روئیداد

مناظرہ

"فوت شدگان بزرگوں سے مدد مانگنا"

مناظر اہلسنت

استاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

مناظر اہلحدیث

مولانا عتیق الرحمن سلفی

مسلم کتابوی لاہور

رودئیداد

مناظرہ

عنوان

"فوت شدگان بزرگوں سے مدد مانگنا"

فاتح مناظر

"مناظر اہلسنت"

حضرت علامہ ومولانا **مفتی ضمیر احمد مرتضائی** صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

مابین

شکست زدہ

"مناظر اہل حدیث"

مولانا عتیق الرحمن سلفی

گھوڑے شاہ لاہور

مقام مناظرہ: "بیٹ جم" کوٹ خواجہ سعید، لاہور

مسلم کتابوی

دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور

042-37225605

Email: muslimkitabevi@gmail.com

نام کتاب: : روئیداد مناظرہ
ازقلم : مفتی ضمیر احمد مرتضائی مدظلہ العالی
کمپوزنگ : عبدالرحمن انور
صفحات :
سالِ اشاعت :
پرنٹرز :
تعداد :
ناشر : مسلم کتابوی، لاہور
قیمت :

ملنے کے پتے

مسلم کتابوی، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور
مکتبہ مرتضائیہ قلعہ شریف ڈاکخانہ ناظر لبانہ تحصیل شرقپور ضلع شیخوپورہ
دارالنور، کچا رشید روڈ، لاہور
والضحیٰ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور
نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور
نعیمیہ بک سٹال، اردو بازار لاہور
مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

انتساب

حضور شیخ المشائخ، محقق و مدقق، مناظر اسلام، امام العاشقین، برہان الواصلین

حضرت خواجہ عالم

پیر غلام مرتضیٰ فنافی الرسول رضی اللہ عنہ

اوران کے لختِ جگر، نورِ نظر، حامل علم لدنی، مادرزاد ولی اللہ، مردِ حق، مناظرِ اسلام

شیخ الفقہاء والمحدثین استاذ العلماء

فضیلۃ الشیخ حضرت خواجہ عالم

پیر نور محمد مرتضائی فنافی الرسول رضی اللہ عنہ

اوران کے خلف الرشید، شاگردِ حمید، علوم مرتضائیہ کے امین پروردہ آغوشِ ولایت

حضور فضیلۃ الشیخ قبلہ جہاں حضرت علامہ و مولانا

میاں نذیر احمد نقشبندی مرتضائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کی نظر عنایت اور فیضانِ کامل سے اس ادنیٰ خاکسار کو

دین متین کی خدمت کا موقع میسر آیا۔

(والحمد للہ علی ذلک)

اھداء

بندہ اپنی اس کاوش کو اپنے والدین اور تمام اساتذہ کے لیے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے خصوصاً اس محسن اہل سنت کے لیے جن کی شب و روز کی محنتیں علم اور علماء کرام کے لیے وقف رہیں، جن کا اوڑھنا بچھونا اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کے لیے ہے نظامِ تعلیم کو چلانے میں ایک لمحہ بھی اپنی ذات کی پرواہ نہ کی، دھوپ دیکھی نہ چھاؤں خاندان دیکھا نہ اپنی اولاد فقط ایک ہی فکر انہیں دامن گیر رہی کہ نظامِ مصطفی ﷺ کو چلانے کے سپاہی اور امت مسلمہ کے معمار کس طرح سدھارنے ہیں۔ غموں کے پہاڑ جس ذات کو دین متین کی تبلیغ سے ذرا بھی سرکا نہ سکے میری مراد میرے استاذ گرامی

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حافظ الملۃ والدین

حافظ عبد الستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقط

ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی أعطانا قاسم کل شئ والصلوٰۃ والسلام علی النبی الذی ورحمۃ لکل شی وعلی الہ واصحابہ الوارثین من الحی اما بعد۔

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایاك نعبد و ایاك نستعین

"ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔"

اللہ رب العزت کا لامحدود شکر ہے جس ذات نے ہمیں وجود انسانی کے بعد نبی مکرم صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے پیدا فرمایا، بیشک یہ بہت بڑی نعمت ہے جسے رب قدوس نے قرآن مجید میں "رحمۃ للعالمین" کے نام سے ذکر فرمایا ہے اور اس بات میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس نعمت اور رحمت کے لیے جہان بھر میں جس قدر خوبیاں ہیں اس سے آپ کو مالا مال فرمایا ہے۔ اول دنیا سے آخر جہاں تک سب کمالات اس ذات بے مثال میں رکھ دیے گئے اور یہ سب خوبیاں وکمالات نبوت ورسالت کے ساتھ قائم ہیں۔ سو نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب تک نبی و رسول رہیں گے یہ کمالات اور خوبیاں آپ سے کبھی بھی جدا نہ ہوں گی اور اس بات پر ہم سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قیامت اور اس کے بعد تک نبی رہیں گے۔ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حیاتِ ظاہرہ ہو یا حیات برزخیہ دنیا میں جلوہ گر ہوں یا قبر اطہر میں آرام فرما ہوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم واللہ زندہ ہیں، واللہ زندہ ہیں، واللہ زندہ

ہیں ۔ہمارے چشم عالم سے اگر چہ پوشیدہ ہیں،لیکن آپ شہیدوں سے کہیں بلند تر اور بہتر درجہ کے ساتھ زندہ ہیں۔

جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ بھی ہیں اور خوبیوں سے متصف بھی ہیں تو جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اقدس میں آپ کے وسیلہ اور توسل سے دعا مانگنا جائز تھا اسی طرح اب بھی جائز ہے ۔صرف اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ استعانت حقیقی کا مستحق اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے اور استعانت مجازی اللہ تعالیٰ کے علاوہ نیک بندوں کے لیے ثابت ہے ۔یعنی جو بھی کسی کی مدد کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے بغیر نہیں کرتا اور نہ کر سکتا ہے۔

اب قرآن وحدیث میں جہاں کہیں غیر اللہ سے مدد مانگنے کا بیان وارد ہوا اس سے مراد استعانت مجازی ہوگی حقیقی نہیں ۔اس مقام پر یہ بات نہایت قابل توجہ ہے کہ مشرک اور کافر بتوں سے مدد مانگتے تھے اور ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتے تھے کہ یہ اصنام اور بت استعانت حقیقی کے مستحق ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اختیار دے کر فراغت حاصل کر لی ہے بیشک یہ عقیدہ شرک وکفر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے استعانت کی جائے اور ساتھ عقیدہ یہ بھی ہو کہ یہ بارگاہِ الٰہی میں مقرب ہستیاں ہیں، ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرما دے گا تو یہ اسباب تلاش کرنا کفر ہے، نہ شرک، بلکہ ایک مستحب عمل ہے جو کرے وہ بھی ٹھیک ہے اور جو اس عمل کو جائز سمجھتے ہوئے نہ کرے وہ بھی راہِ صواب پر ہے اور اس بات پر دلائل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے ۔لیکن خواہ مخواہ مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوی جڑنا ناانصافی ہے اور راہ حق سے فرار ہے ۔اگر کسی ایک نے وسیلہ وتوسل کو ناجائز وشرک کہہ دیا تھا تو بعد میں آنے والے حضرات کو دلائل کے انبار کو دیکھ کر عقیدہ بنانا

چاہیے تھا اس عقیدہ کے مسئلہ میں انہیں اپنے بڑوں کی اندھی تقلید کرنا جائز نہ تھا۔اسی کی متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّبِعُوۡا مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَآ اَلۡفَيۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ (البقرہ:١٧٠)

ترجمہ:''اور جب ان سے کہا جائے اللہ تعالیٰ کے اتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔''

کیا اگر ایک طرف اسلام کے احکامات ہوں، قرآن کی آیات ہوں اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین ہوں اور دوسری طرف ہمارے بڑوں کی عزت اور ناک کا مسئلہ ہو تو ہم کس پر چلیں گے اور کس کو چھوڑیں گے؟ اس فیصلے کو کرنے میں ہمیں آزادی ہے۔مثلاً نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ایمان کا حصہ ہے اگر کوئی اس کے برخلاف حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے یوں کہے''اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''۔

(تقویۃ الایمان ص ٤٣)

یا یوں کہے''کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہوگی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔

(تقویۃ الایمان ص ٥٥)

یہ کہنے والا وہابیوں اور دیوبندیوں کا پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی ہے اور''براہین قاطعہ'' میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے شیطان اور ملک الموت کے علم کو زیادہ کہنے والا

دیوبندیوں کا پیشوا مولوی خلیل انبیٹھوی ہے۔تحذیر الناس میں مولوی قاسم نانوتوی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد نبی آنے کو ممکن کہنے والا ہے اور خاتم النبیین کو آخر الانبیاء کے معنی میں نہیں مانتا۔مولوی اسماعیل دہلوی صراط مستقیم میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال مبارک کو نماز میں گدھے بیل کے خیال سے بھی بدتر کہے۔اسی طرح کئی ایک گستاخانہ عبارات کہنے والے وہابیوں اور دیوبندیوں کے پیشوا ہیں۔تو کیا یہ عبارات محبت ایمان اور حرمت رسول علیہ الصلاۃ والسلام پر مبنی ہیں۔آج ان عبارتوں کو ماننے والے قرآن وحدیث کا لیبل لگا کر خود کو قرآن وحدیث سے گفتگو کرنے والا کہلواتے ہیں۔میں ان سے پوچھتا ہوں کہ یہ گستاخانہ عبارات کس قرآن مجید کی آیت یا حدیث شریف کا ترجمہ ہے۔اے امتِ حضور! آج ہم تم سے آزادانہ فیصلہ کرواتے ہیں ایک طرف یہ نام نہاد پیشوا ہیں اور گمراہ آباؤ واجداد ہیں اور دوسری طرف حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوقیر ہے۔اب رخ روشن کے سامنے چراغ رکھ کر پوچھتے ہیں کہ دیکھیے پروانہ کدھر جاتا ہے۔

لیکن کیا ہے کہ پروانہ اور ٹڈی میں بڑا فرق ہے۔

دانا لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک ٹڈی کو جوش آیا تو وہ اپنے سوراخ سے نکل کر پروانوں کی وادی کی طرف دوڑنا شروع ہوگئی۔کسی نے پوچھا ارے ٹڈی! یہ سر منڈائے اور شلوار چڑھائے کدھر کی دوڑ ہے"۔ٹڈی نے کہا" آج پروانوں کی طرف سفر ہے۔" پوچھنے والے نے بڑی حیرانی سے پوچھا وہ کس لیے؟ ٹڈی نے جواباً کہا، آج میں ایک انقلاب برپا کردینے والی فکر لے کر جارہی ہوں۔میں ٹڈیوں سے بدنامی کا داغ دھونا چاہتی ہوں آج پروانوں کے ہاں بسیرا ہوگا پھر ہمارا نام بھی شاعروں اور ادیبوں کی قلم پر ہوگا۔پوچھنے والا ہنس کر کہنے لگا بڑا مشکل ہے کہ ٹڈی پروانوں سے چمک پالے۔"

ٹڈی نے چھلانگ لگائی سیدھا پروانوں کی ملکہ کے پاس پہنچ کر کہنے لگی جیسا کہ آپ ہمارے بارے جانتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد کپڑے میں سوراخ کرنے کے مشغلہ میں مشہور رہیں ہم نے بھی کبھی ان کی مخالفت نہیں کی۔کیونکہ انہوں نے اپنی قبر میں جانا ہے اور ہم نے اپنی قبر میں، اتنے میں پروانوں کی ملکہ نے کہا کام کی بات کرو کدھر آئی ہو؟ ٹڈی نے جواب دیا کہ میں بھی آج سے آپ کے گروہ میں شامل ہونا چاہتی ہوں تاکہ میرا نام بھی قلم عشاق سے قرطاس محبت پر منقش ہوجائے۔ملکہ جی ذرا مسکرائیں اور کہنے لگیں اس طرح کرو کہ تم شہر جاؤ وہاں دیکھو کہ کوئی شمع روشن ہے اگر ہے تو آکر بتاؤ تاکہ ہم آج وہاں کوچ کریں۔پھر اس طرح تمہارا ہم میں بسیرا ہوتا جائے گا اور کام سے نام پاجاؤ گی۔ٹڈی نے چند چھلانگوں میں شہر کا چکر لگا کر فوراً رپورٹ واپس فراہم کی کہ ہاں جی شہر میں کئی ایک مقامات پر شمعیں روشن ہیں، پروانوں کی ملکہ کہنے لگی ارے ٹڈی جاؤ واپس اپنی ٹڈیوں کی بستی میں بسیرا کرو کیونکہ" یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ شمع روشن ہو اور پروانہ دیکھ کر واپس آجائے۔"

بیشک پروانہ صفت نبی مکرم علیہ الصلاۃ والسلام کے صحابہ کرام تھے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر ہر لحاظ سے جان فدا کرنے والے تھے اور محبت مصطفی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر اپنا قبیلہ، ملک، شہر، دولت سب کچھ چھوڑ دیا اور آج ہم ہیں کہ ان اشیاء کی وجہ سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دین کو چھوڑتے جارہے ہیں۔

اب آپ کے سامنے محبت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا امام وپیشوا رکھتے ہوئے اس مناظرہ کی روئیداد لکھ رہا ہوں، جو راقم الحروف اور مولوی عتیق الرحمن (اہل حدیث) کے مابین واقع ہوا، جس کا عنوان تھا۔"فوت شدگان بزرگوں سے مدد مانگنا"، بحمداللہ تعالیٰ ہم نے

دلائل سے ثابت کر دیا کہ یہ عمل بالکل جائز ہے اور حرام کہنے کے لیے دلیل درکار ہوتی ہے، جو غیر مقلد عالم عتیق الرحمن پیش نہ کر سکا۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اہل سنت و جماعت کے شیرازہ کو اکٹھا اور سمٹا رہنے کی توفیق عطا فرمائے رکھے بیشک اسی کی توفیق اور مدد میں بھلائی ہے۔

امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فقط ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ الاحد
فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
(شعبہ دار الافتاء)
دار العلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

❁❁❁❁❁❁❁

روائیداد مناظرہ

مورخہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق 9/3/2012 بروز جمعۃ المبارک رات ڈیڑھ بجے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں اپنے پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے مناظرہ میں فتح وکامیابی سے نوازا الحمد للہ علی ذلک۔ اس مناظرہ کا کچھ پس منظر یہ ہے کہ ہمارے تخصص فی الفقہ کے ساتھی جناب مولانا کاشف محمود صاحب کو مظہر بٹ صاحب نے گزارش کی کہ ہمارے "بیٹ جم" میں ایک وہابی آتا ہے اور خواہ مخواہ بحث کرتا رہتا ہے ہمارے جم کے انچارج مسٹر پاکستان فرخ صاحب کو وہابی بنانے کی کوشش کر رہا ہے اور ہمیں آ کر کہتا ہے بزرگوں سے مدد مانگنا حرام ہے۔ میں نے اس سے کہا "حرام نہیں ہے وہاں قبر پر سر رکھ دینا اور سجدہ کرنا منع ہے۔"

جمعرات ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ بمطابق 8/3/2012 کو تقریباً دن بارہ بجے کے بعد مولانا کاشف قادری صاحب نے ہم سے فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ احوال کی خیریت دریافت کرنے کے بعد کہنے لگے۔ آج رات 9 بجے آپ ہمارے پاس شالامار باغ میں آئیں کیونکہ ہمارے ادھر ایک وہابی لوگوں کے عقائد خراب کرتا ہے میں نے کہا اس کے ساتھ گفتگو کرنے کا کوئی اور دن منتخب کر لیں آج مجھے جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف کسی کام کی غرض سے جانا ہے لیکن ان کا اصرار اسی بات پر تھا کہ آپ آج ہی وقت دیں اور ہم نے پروگرام مقرر کر لیا ہے اگر آپ نہیں آتے تو ہماری شکست مانی جائے گی۔

مولانا کاشف صاحب کے جلد بلانے میں مجھے یہی محسوس ہوا کہ کوئی اہلحدیث ماسٹر یا اہلحدیث امام مسجد ہوگا اور گستاخانہ عقائد پر گفتگو ہوگی۔ میں نے پھر بھی احتیاط کا دامن تھامتے

ہوئے ان سے رابطہ کیا لیکن رابطہ نہ ہوسکا دوبارہ ڈیڑھ بجے ظہر کے وقت مولانا کاشف صاحب کافون آیا اور کہنے لگے مجھے جناب مولانا اکمل قادری صاحب کافون آیا تھا اور عنوان کے متعلق دریافت کر رہے تھے تو میں نے ان کو بتایا کہ کسی بھی موضوع پر گفتگو ہوسکتی ہے اب میں بھی مطمئن ہوگیا کہ گستاخانہ عبارتوں پر گفتگو کا ماحول ہوگا۔ جناب مولانا اکمل قادری صاحب کو میں نے بخاری و مسلم کتب کا کہہ دیا کہ وہ لیتے آئیں اور خود میں نے حوالہ جاتی کتب کو بیگ میں ڈال لیا پھر کچھ آرام کر لینے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور رابطہ ہوتا رہا پھر مغرب کی نماز کا وقت آیا تو نماز ادا کرنے کے بعد رابطہ ہوا تو عشاء کی نماز جامع مسجد نوری اسٹیشن لاہور میں ادا کرنے کا پروگرام بن گیا۔

مولانا کاشف صاحب وہاں سے بندہ کو اپنے گھر لے آئے کھانا وغیرہ کھایا میں نے پھر پوچھا کس موضوع پر گفتگو ہوگی وہ کہنے لگے کھلا دنگل ہوگا میں نے کہا ویسے بات کس عنوان سے چلی تھی تو کاشف صاحب نے بتایا کہ بزرگوں سے مدد مانگنے کے متعلق مظہر بٹ صاحب کی وہابی کے ساتھ بات چلی تھی۔ فی الحال میرے پاس موجود اس وقت چند کتب سنی علماء کی تھیں اور تقویۃ الایمان، صراط مستقیم وغیرہ کتب تھیں۔ میں اس میں پہلے سے لگائے ہوئے حوالے دیکھنے لگا۔ ایک حوالہ تقویۃ الایمان کے اندر اس عنوان سے متعلق ملا جو ہمارے حق میں تھا اور بقیہ وسیلہ و استمداد پر آیات قرآنیہ کو دیکھنے لگا۔ اتنے میں فون آگیا اور ہم "بیٹ جم" کوٹ خواجہ سعید کی طرف نکل پڑے ہمیں راستے میں بٹ صاحب نے فون کر کے آگاہ کیا کہ وہابی شخص خود گفتگو نہیں کر رہا بلکہ اپنا ایک مفتی لے کر آیا ہے ہم نے بٹ صاحب کو دلاسا دیا کہ گھبرائیے مت ہم انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر تک پہنچ رہے ہیں۔ اتنے میں ہم بیٹ جم کے سامنے اترے، بیگ کاشف صاحب نے سنبھال لیا اور میں نے جب رخ بیٹ جم کی طرف کیا تو فرخ صاحب اور بٹ صاحب آگے ہو کر استقبالاً ملے پھر ہمیں بٹ صاحب جم کے اندر لے گئے اور

پانی کا بندوبست کرنے لگے ہم ایک لمبی میز پر بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک کمرہ سے وہابی نمودار ہوا سفید رومال شال کی طرز پر لپیٹے ہوئے میرے سامنے آبیٹھا۔

خود کو بڑا سنجیدہ ثابت کر رہا تھا لیکن اس سنجیدگی کے اظہار میں گھبراہٹ اس کے چہرہ پر ٹپک رہی تھی میرے ساتھ مولانا کاشف صاحب ہم کلاس ہونے کی بنا پر ہلکا ہلکا ہنسی خوشی کا ماحول بنائے ہوئے تھے۔ جس سے ہم خوشگوار ماحول میں رہے اتنے میں دو کرسیاں آگئیں ایک پر وہ بیٹھ گیا اور دوسری پر مجھے بیٹھا دیا گیا میں نے لمبی میز کو اپنی بائیں طرف کر دیا اور اپنا بیگ اس پر رکھ دیا اس کے ساتھ مولانا کاشف صاحب بیٹھ گئے جبکہ وہابی نے بھی ایک سیاہ رنگ کا بیگ اٹھایا اور چھوٹا میز اپنے سامنے رکھ کر اس پر بیگ کو ٹکا دیا تھوڑے ہی لمحے بعد اپنے بیگ سے "جاء الحق" نکالی اور کچھ تمہیدی گفتگو کرنا شروع ہوگیا، مووی بننے لگی تو اس وہابی مناظر نے مووی بنوانے سے روک دیا۔

اس کو دوران گفتگو کاشف صاحب نے ٹوکتے ہوئے کہا کہ تم نے "قل ھو اللہ احد" کا جو ترجمہ کیا ہے کہ "اللہ ایک ہے" یہاں ایک کس معنی میں ہے اور ایک وحدت کا معنی دیتا ہے۔ اب وحدت کی قسموں کا لحاظ کرتے ہوئے بتاؤ کہ احد کا ترجمہ مطلقاً ایک کرنا یہاں درست ہے یا نہیں؟ کیا تم نے ہدایۃ الحکمۃ پڑھی ہے؟

وہابی مناظر اور آیت پڑھ کر بات دوسری طرف لے کر جائے مولانا کاشف صاحب اسے پہلی آیت پر لا کر اپنا سوال بیان کریں کافی گھتم گھتا ہوتی رہی۔ اتنے میں مولانا کاشف صاحب کو آواز پڑی کہ مناظرہ آپ کے ساتھ ہے یا جن کو جامعہ نعیمیہ سے لائے ہیں ان کے ساتھ؟

اتنے میں وہابی مناظر میری طرف متوجہ ہوگیا اور مجھے کہنے لگا آپ اس کا جواب دیں جو میں نے کہا ہے میں نے اسے کہا شرائط طے کر کے ایک موضوع پر گفتگو ہوگی پھر جو سوال و اعتراض ہوں گے اس کا جواب بھی دیا جائے اور تسلی بھی کی جائے گی۔ پہلے شرائط و موضوع

طے کرلیں ہم اصول پر چلنے کو اچھا سمجھتے ہیں، پھر بات کو دوسری طرف پھیرنے کی کوشش میں رہا۔ ہم نے پھر اسی بات پر مجبور کیا کہ ہم کسی حوالے سے کوئی بات نہیں سنیں گے اور نہ ہی سطحی قسم کی گفتگو سے نوجوان حضرات کا ذہن خراب ہونے دیں گے۔

جب تک تو موقف اور شرائطِ مناظرہ کو واضح کر کے لکھوا نہ دے، پہلے موضوع کا تعین کرو، چنانچہ موضوع کا تعین پایا کہ "فوت شدگان بزرگوں سے مدد چاہنا" میں نے کہا اب موقف لکھوائیے، آئیں بائیں کرتا رہا میں نے پھر زور دے کر کہا اپنا موقف لکھواؤ ورنہ خواہ مخواہ گمراہ کرنا چھوڑ دو چنانچہ وہابی نے اپنا موقف لکھوانا شروع کیا "فوت شدگان سے مدد مانگنا قرآن وسنت سے ثابت نہیں" میں نے کہا آگے، کہنے لگا بس موقف اتنا ہی ہے، میں نے کہا یہ دم بریدہ موقف کہاں سے نکال لائے جو قرآن وسنت سے ثابت نہ ہو اس کا حکم بیان کرو کہ وہ حرام ہے، مکروہ ہے یا شرک ہے کوئی ایک موقف واضح کرو۔

لیکن آخر مناظرہ تک اس نے یہ نہیں کہا کہ یہ حرام ہے یا شرک ہے، اس پر ہمارے بٹ صاحب خوب گرم ہو گئے یہ (جم میں آنے والا) وہابی آ کر کہتا تھا کہ بزرگوں سے مدد مانگنا حرام ہے۔ میری اور جم میں روزانہ آنے والے وہابی کی گفتگو حرام ہونے یا نہ ہونے پر تھی لیکن مجال ہے کہ مناظر وہابی اپنے موقف کی تفصیل لکھوانے میں ٹس سے مس ہوا ہو اور حکم شرعی کو واضح کیا ہو۔ اب گفتگو چل نکلی میں اسے موقف پورا لکھوانے کا کہوں وہ دائیں بائیں پھسل جائے۔ وہابی پھر کہنے لگا چلئے ہم پہلے اصول وضوابط بیان کرلیں تاکہ مناظرہ ہمارا اصول کے پیشِ نظر ہو، میں نے کہا بات درست ہے لیکن پہلے موقف مکمل کرو پھر شرائط واصول کی طرف آؤ کہنے لگا ہمارا اصول سن لیں موقف بھی اسی کے اندر آجائے گا، اتنے میں "جاء الحق" کی تقلید والی بحث کھولنا شروع کر دی اور عبارت پڑھ کر کہنے لگا یہ ضیاء القرآن کی چھپی ہوئی ہے یہ تمہارے بریلوی کا مکتبہ ہی ہے؟ ہم نے کہا ہاں! پھر کہنے لگا کہیں تم بعد میں یہ نہ کہنے لگنا

کہ یہ تمہارے مکتبہ کی چھپی ہوئی ہے میں نے کہا تم بات کرو چوپڑا چاپڑی بعد میں کرنا، پھر کہنے لگا "جاء الحق" میں تمہارے حکیم الامت لکھتے ہیں "حنفی روایات کو دلیل نہیں بنا سکتا ہے بلکہ اس پر قول امام کی تقلید ضروری ہے" لہٰذا اصول یہ طے پایا کہ تم اس مسئلہ میں قولِ امام پیش کرو گے روایات سے استدلال نہیں کر سکتے۔

اس نے بات ختم کی تو میں نے اس سے کہا تم مجھے جاہل لگتے ہو ذرا مجھے پہلے "مناظرہ" کی تعریف سناؤ اور "فن مناظرہ" اور "مناظرہ" میں فرق بیان کرو لیکن اس بودے کو ان اصطلاحات سے واقفیت کہاں؟ میں نے کہا پہلے مناظرہ کی مجھے تعریف سناؤ تاکہ مجھے پتا چلے کہ میں کسی جاہل کے ساتھ گفتگو نہیں کر رہا اتنے میں ہمارے ایک اور ساتھی جناب مولانا اکمل قادری صاحب ایک چھوٹا سا نوجوانوں کا وفد لے کر تشریف لے آئے اور وہ بھی آ کر بیٹھ گئے بات اسی پر ہی رہی کہ پہلے مناظرہ کی تعریف کرو، اتنے میں اس وہابی نے "جاء الحق" کی عبارت کا جواب مانگا۔ میں نے اس سے کہا اس اصول کو تم مانو گے؟ کہنے لگا ہاں کیوں نہیں مانوں گا۔ میں نے کہا اس کو لکھ لیا جائے۔ چنانچہ ساتھ بیٹھے ہوئے بندے نے کاغذ قلم منگوا کر اس کو لکھ لیا میں نے کہا ہم اس اصول کے مطابق قولِ امام پیش کریں گے اور تم اسے قبول کرو گے کہنے لگا ٹھیک ہے۔ میں نے کہا، سوچ لو، کہنے لگا سوچ لیا۔

میں نے کہا پھر فیصلہ تو ہو گیا تم نے قولِ امام کو دلیل کے طور پر مان لیا بلکہ اسے اپنے مناظرہ کا اصول اول بنا لیا اب تمہارے بڑوں کے فتویٰ کے مطابق تم مشرک ہو گئے۔ کیونکہ وہ قولِ امام کو طلب دلیل کے بغیر مان لینے کو شرک کہتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا تو مجھے جاہل لگتا ہے، تقلید کی بحث کھول کر عقیدہ کے مسئلہ کا اصول بیان کرتا ہے، ہم امام صاحب علیہ الرحمہ کی تقلید فروعی مسائل میں کرتے ہیں، عقیدہ میں نہیں کرتے جبکہ ہمارا اس وقت نزاعی مسئلہ عقیدہ کا ہے فروعیات کا نہیں۔ تم لوگ جاہل لوگوں کو ایسی حقیقت سے

ہٹی ہوئی باتیں سنا کر اچھے بھلے سنی مسلمانوں کو تقلید کی وجہ سے شرک وکفر کا فتویٰ دیتے ہو حالانکہ ہم تقلید کرتے ہی فروعی مسائل میں ہیں اور بخاری ومسلم جن کو تم سر پٹا پٹا کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہو ان کو لکھنے والے امام بخاری وامام مسلم علیہما الرحمہ مقلد ہی تو تھے۔

میں نے پھر اس سے کہا مجھے مناظرہ کی تعریف سناؤ تاکہ پتا چلے کہ تمہیں اس بارے میں کچھ سمجھ بوجھ ہے یا ایسے ہی منہ اٹھائے ہوئے آگئے ہو۔ اتنے میں جناب اکمل قادری صاحب کچھ کہنے لگے لیکن ہر طرف سے شور اٹھنے لگا آپ نہ بولیں آپ چپ رہیں وہ کہنے لگے بات مناظر صاحب ہی کریں گے میری ایک گزارش ہے کہ پہلے مولوی صاحب اپنا موقف لکھوائیں تاکہ مچھلی کے ڈولے کی طرح پھسل نہ جائیں اگر ہم انہیں اِدھر سے گرفت کریں تو اُدھر نکل جائیں اُدھر سے پکڑیں تو کہیں اور جا کر پھنس جائیں۔ اس مثال پر وہابی مولوی کو بڑا غصہ آیا اور کچھ بے ہودہ مثالیں دینے لگا جو قابل ذکر نہیں چونکہ ہمیں مولانا کاشف صاحب نے دائرہ اخلاق میں رہنے کی کافی تاکید کی ہوئی تھی اس واسطے اس کی بے ہودہ گوئی کو مولانا کاشف صاحب ہی نمٹاتے رہے اور خوب نمٹایا کہ پھر دوبارہ ایسی گفتگو کی جرأت نہ ہوئی۔ وہابی پورے مناظرہ میں چہرے کے مختلف زاویے بدلتا، کبھی رومال باندھتا اور کبھی سارا رومال کھول لیتا یہ اس کی نفسیاتی چالیں تھی جو ہم کو پریشان نہ کرسکیں۔ ہم نے کہا پہلے شرائط طے ہو جائیں تاکہ مناظرہ باقاعدہ شروع ہو سکے۔

وہابی کہنے لگا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کبھی آپ پہلے موقف لکھوانے کا کہتے ہیں اور کبھی شرائط پہلے لکھوانے کا کہتے ہیں۔ میں نے پھر کہا تم نے لگتا ہے ابتداء کی قسمیں نہیں پڑھیں **کل امر ذی بال لم یبدا ببسم اللہ فھو ابتر** کی بحثوں سے ناواقف لگتے ہو ابتداء حقیقی، ابتداء اضافی اور ابتداء عرفی کی اقسام کو ہمارے ابتدائی طالب علم جانتے اور بحمداللہ اس پر بحث کرتے ہیں۔ میں نے کہا اپنا موقف لکھواؤ تاکہ بات آگے چل سکے۔

ادھر سے ساتھ والے نوجوانوں نے بھی جھنجوڑا کہ آپ موقف لکھوائیں پھر کہنے لگا ہمارا موقف اس مسئلہ میں یہ ہے کہ ”فوت شدگان بزرگوں سے مدد مانگنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اور جو ثابت نہ ہو اس کو کرنا یہ قرآن وحدیث میں اضافہ ہے جو کہ جائز نہیں۔“

مجھے مولانا اکمل قادری صاحب قریب ہو کر کہنے لگے یہ ڈولا پھسل رہا ہے میں نے اس وہابی کو کہا یہ بدعت کے مسئلہ کو درمیان میں کیوں چھیڑ دیا؟ تم عید الفطر سے پہلے زکوٰۃ اور فطرانہ لینے کے بینرز اور اسی طرح عید الاضحیٰ کے موقعہ پر اجتماعی قربانی اور کھالوں کے عطیات اکٹھا کرنے کے بینرز لگاتے ہو، کیا یہ قرآن میں آیا ہے یا حدیث میں؟ پھر یہ کام دنیا کا بھی نہیں دین کا ہے تبھی تو ”ثواب دارین“ اکثر ساتھ لکھا ہوتا ہے۔ یقیناً یہ کہو گے کہ اس سے قرآن وسنت کی مخالفت لازم نہیں آتی اور حرمت پر کوئی دلیل نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور دلیل حرام کہنے والے پر لازم ہوتی ہے۔ میں نے اس سے کہا ہم نے پہلے تمہیں کہا تھا کہ تو مناظرہ رشیدیہ کی اصطلاحات سے غافل وجاہل ہے۔ پہلے یہ بتا کہ ”مدعی“ کی تعریف کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں کیا آتا ہے۔ آگے سے کہنے لگا میں ابھی بڑا کچھ بتاؤں گا میں نے کہا باقی تو بعد میں بتانا پہلے یہ بتاؤ ”مدعی“ کے مقابل کون آتا ہے کہنے لگا ”مدعی“ کے مقابلہ میں ”مدعی علیہ“ آتا ہے اس پر سب ہنس پڑے میں نے کہا ارے نالائق! میں پہلے کہتا تھا کہ تو مناظرہ رشیدیہ کی اصطلاحات سے جاہل ہے جسے اتنا نہیں پتا کہ مناظرہ کی اصطلاح میں ”مدعی“ کے مقابل ”مدعی علیہ“ نہیں آتا بلکہ ”سائل“ آتا ہے اور ”مدعی“ کے مقابل ”مدعی علیہ“ یہ فقہ کی اصطلاحات میں سے ہے لیکن اب وہ اس بات پر انتہائی ضدی ہو گیا کہ دلیل حرام کہنے والا بیان نہیں کرتا، دلیل جائز کہنے والے پر لازم ہے۔ جس کو وہ فنون کی دنیا سے نکل کر خارجی مثالوں سے بیان کرنے لگا کہ دیکھیے آپ گاڑی پر جا رہے ہوں تو پولیس والا روک کر آپ سے کہے گا کہ یہ گاڑی تمہاری ہے اگر آپ کہیں ہاں میری ہے تو وہ کہے گا اس پر دلیل کے طور پر کاغذات دکھاؤ، یہ نہیں کہے گا کہ اگر گاڑی تمہاری نہیں ہے تو کاغذات دکھاؤ۔

میں نے کہا تم مجھے ''مدعی'' کی تعریف سناؤ میں تمہیں پھر بتاؤں گا کہ دلیل حرام کہنے والے پر لازم ہوتی ہے یا جائز کہنے والے پر بہر کیف! اس خارجی مثال میں غور کرو تو تمہیں سمجھ آجائے گی کہ دلیل حرام کہنے والے پر ہی بنتی ہے۔ قانونی طور پر پولیس والا روٹ پر چلتی ہوئی ساری گاڑیوں کا چلان نہیں کرتا اور نہ انہیں روکتا ہے۔ بلکہ جس کے بارے پولیس والے کو شک وشبہ ہوتا ہے اس سے پوچھتا ہے گاڑی کے کاغذات دکھاؤ، بغیر شک وشبہ کے کبھی کاغذات کا مطالبہ نہیں کرے گا تو یہاں مسئلہ ملکیت وعدم ملکیت کا ہے۔ پولیس والے کو جب عدم ملکیت کا شک ہوا تو اس نے کاغذات مانگ لیے اس بات پر کاغذات نہیں مانگتا کہ گاڑی تمہاری نہیں، لہٰذا کاغذ دکھاؤ۔ مولوی صاحب نے خارجی مثال دینے میں بڑی دھاندلی سے کام لیا ہے محض ایک شک کو زائل کرنے کے لیے کاغذات کا مطالبہ تھا جو دکھانے کی صورت میں ختم ہوگیا۔ سو گاڑی کے کاغذات اور انجن وغیرہ کو چیک کر کے پولیس والے کا شک دور ہو جائے گا اور حکم اپنی اصل کی طرف لوٹ آئے گا اور وہ ہے اباحت اور جائز ہونا، خوب سمجھ لو۔

کافی شور وغل برپا رہا لیکن وہابی مولوی اور اس کے ہمنوا اسی بات پر مصر رہے کہ آپ جائز ہونے کی دلیل بیان کرو، میں ان سے پھر صراحۃً موقف بیان کرنے کو کہا اور پوچھا اس بات پر فتویٰ لگاؤ کہ فوت شدگان سے مدد مانگنا کیا ہے؟ حرام ہے یا شرک ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور حکم شرعی؟

مولوی صاحب یہ کہتے رہے میں نے اپنا موقف بیان کر دیا ہے میں نے کہا تو پھر اصل اشیاء میں اباحت ہے کے قانون کے مطابق حرمت پر دلیل بیان کرو۔ جس پر مولوی صاحب کہنے لگے اصل اشیاء میں اباحت کا قاعدہ احکامات میں ہے عقیدہ میں نہیں عقیدہ میں چونکہ اثبات ہوتا ہے اس واسطے دلیل نفی پر نہیں اثبات پر ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا اس اصول

پر آپ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ ادھر ادھر سر مارنے شروع ہوگیا۔ اب ایک شور سا برپا ہوگیا ٹھہریے ٹھہریے، اس وقت میں نے ٹائم دیکھا تو رات کے بارہ بج کر اٹھائیس منٹ ہوگئے تھے لیکن معاملہ کسی بات کی طرف نہیں لگ رہا تھا۔

مسٹر پاکستان فرخ صاحب کہنے لگے اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے جرم میں یہ مسئلہ تھا کہ درباروں پر جا کر مدد مانگی چاہئے یا نہیں؟ ان کا وسیلہ دعا میں رکھنا چاہیے یا نہیں؟ اگر اسی طرح آپ دونوں لگے رہتے ہیں تو ہمارا مسئلہ حل نہ ہوگا آپ اس طرح کریں اپنے اپنے دلائل بیان کر دیں ہم بعد میں اس کا فیصلہ خود کر لیں گے۔ میں نے پھر وہی بات دہرائی کہ دلیل حرام کہنے والے پر ہوتی ہے تو مولوی صاحب ہمیں ناجائز دکھا دیں تو ہم تسلیم کر لیں گے۔ پھر ہلکا سا شور اٹھا میں نے مولانا اکمل قادری صاحب کے کان میں کہا اگر وہ دلیل کا مطالبہ کریں تو کون سی دلیل اس وقت آپ کے سامنے ہے چونکہ میرا بیگ انہی کے پاس تھا وہ اس میں کتب کو کچھ دیر دیکھتے رہے اور میں ادھر وہابی سے دلیل حرمت کا تقاضا کرتا رہا تھوڑی دیر بعد کہنے لگے موقعہ کی مناسبت سے بے شمار دلائل میں سے مجھے تو اس پر دلیل سامنے نہیں آرہی خود ہی ہمت کیجیے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا یا خواجہ عالم فنافی الرسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ المدد المدد۔

یہ بھی خیال تھا کہ حضور یہ مسئلہ تو آپ ایسے بزرگانِ دین کا ہے مدد فرمائیے، یقین مانیے رات ٹائم ایک بجے کے قریب ہوگیا تھا اور وہ وہابی قیاس و دلائل سے ڈولے کی طرح پھسلتا جا رہا تھا۔ نہ موقف واضح کرتا تھا اور نہ شرائط قلمبند کرواتا تھا۔ ادھر فرخ صاحب اور دیگر ساتھی کہنے لگے، جناب براہِ مہربانی! آپ جانبین سے اپنے اپنے دلائل بیان کر دیں ہم فیصلہ خود کر لیں گے۔ مولانا اکمل قادری صاحب کہنے لگے ان کو کہہ دیں کہ ہماری تقریر پہلی اور آخری ہوگی لیکن وہ نہ مانے سو میں نے بسم اللہ پڑھتے ہوئے بیان کرنا شروع کر دیا تو یکا یک صلاۃ

حاجت کی دعا مجھے مستحضر ہوگئی اور حصن حصین کی روایت سامنے آگئی میں نے اپنا موقف بیان کیا کہ فوت شدگان بزرگوں سے مدد مانگنا جائز ہے۔ اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے مانگے تو یہ بہتر ہے ورنہ یہ ہستیاں مظہر خدا ہیں ان سے مدد مانگنے میں اگر یہ خیال کرے کہ یہ ازخود دیتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر عطا کرتا ہے تو یہ شرک وکفر ہے اور اگر یہ مان کر وسیلہ و استمداد کی جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے دیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر نہ مانگے تو کوئی حرج نہیں لیکن اس جائز کام کو شرک کہنا جائز نہیں۔

پھر میں نے کہا ابن ماجہ کی حدیث شریف ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک نابینا صحابی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھیں عطا فرمادے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لیے صبر کرنا بہتر ہے۔ اس نابینا صحابی نے عذر پیش کیا کہ مجھ کو کوئی راستہ بتلانے والا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: وضو خانے میں جا کر اچھی طرح وضو کرو پھر دو رکعت نماز ادا کرو پھر یہ دعا مانگو اللھم انی اسئلك و اتوسل و اتوجه اليك بنبيك محمد نبی الرحمه يا محمد انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللھم فشفعه فی

یعنی یا الٰہی میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور وسیلہ پیش کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ جو رحمت والے نبی ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ اس حاجت کو میرے لیے پورا کر دیا جائے یا الٰہی! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میرے بارے شفاعت کو قبول فرما۔

حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم ہم ابھی باتوں

میں مشغول تھے وہ نابینا بالکل دیکھنے والا ہوگیا۔

پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور آیا تو یہی عثمان ابن حنیف کے پاس ایک شخص آکر کہنے لگا جناب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میری طرف توجہ نہیں فرماتے، تو حضرت عثمان ابن حنیفؓ نے اس شخص کو یہی دعا مانگنے کو کہا حالانکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہو چکا تھا۔ تو یہ حدیث شریف فوت شدگان سے مدد مانگنے اور وسیلہ بنانے میں اصل ہوئی۔

دوسرا حصن حصین کی روایت ہے کہ اگر سفر میں پریشانی بن آئے تو یہ کہو یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی۔

اور یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہوتی ہے بلکہ اسماعیل دہلوی اپنے رسالہ اصول فقہ میں لکھتا ہے حدیث موضوع بھی قابل عمل ہوتی ہے۔

اور قرآن مجید کی آیات مقدسہ ہیں:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ (المائدہ:٣٥)

”اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔“

اور ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ (المائدہ:٥٥)

تمہارے مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو زکوۃ دیتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

اس کے علاوہ کثیر آیات اس مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔

اور آخر میں یہ تمہارے مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب ”تقویۃ الایمان“ میں لکھا ہے:

”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے کہ اس میں یوں

پڑھتے ہیں ''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاللہ'' یعنی اے شیخ عبد القادر! کچھ دو تم اللہ کے واسطے، یہ لفظ نہ کہنا چاہیے۔ ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبد القادر کے واسطے تو بجا ہے۔'' [1]

اب وہابی مولوی نے اعوذ باللہ پڑھ کر اپنی تقریر کو شروع کیا اور سب سے پہلے یہ روایت بیان کرنے لگا۔

اے میری بیٹی فاطمہ تم عمل کرو میں تجھے اللہ سے بچا نہیں سکتا اور ساتھ ساتھ کہنے لگا حدیث ضعیف عقیدہ میں معتبر نہیں ہوتی کیونکہ عقیدہ قطعی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا: وان یمسسك الله بضر فلا كاشف له الا هو ہر مشکل کو اللہ تعالیٰ دور فرمانے والا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ پر مشکل وقت آیا لیکن آنحضرت کا وسیلہ پیش نہ کیا، حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں قحط پڑا تو اب مسجد نبوی بھی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ بھی لیکن جناب عمر فاروقؓ حضرت عباسؓ کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ پہلے ہم تیرے نبی کا وسیلہ پکڑتے تھے اب ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ زندہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے پھر کہنے لگا جناب عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت کے آخر میں آپ نے رسول اللہ کا وسیلہ پیش نہیں کیا۔ ہاں عمل کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ اسی طرح حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں۔ یہاں تک کہ کربلا میں حضرت حسینؓ پر بڑی مصیبتیں ٹوٹیں لیکن انہوں نے اللہ کو ہی یاد رکھا، اپنے نانا سے مدد نہیں مانگی اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی علیہ الرحمہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ پر بڑے بڑے مصائب اور تکالیف آئیں حتیٰ کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا جنازہ بھی جیل سے نکالا گیا تھا۔ میں نے کہا بات لمبی ہو رہی ہے اب فیصلہ ان نوجوان حضرات کے سپرد کر

---

[1] تقویۃ الایمان ص ۸۱ مطبوعہ مکتبۃ الاسلام وسن پورہ لاہور علمی پریس لاہور مارچ ۱۹۵۹ء

دیں۔ اتنے میں ایک نوجوان نے ''میت'' ''فوت'' اور وصال کے الفاظ کی وضاحت پوچھی تو میں نے اس کے سوال کو قرینہ سے سمجھ چکا تھا اس واسطے میں نے جواب یوں دیا جب الفاظ کی نسبت خالق کی طرف ہو تو معنیٰ اور ہو گا اور جب مخلوق کی طرف ہو تو معنیٰ و مطلب اور ہو گا۔

پھر ایک روشن چہرے والے نوجوان نے مجھ سے سوال پوچھا کہ (وہابی) مولوی صاحب نے جو دلیل بیان کی ہے کیا یہ درست ہے تو میں نے کہا جب کسی مشکل میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رتبہ لینا مقصود ہو تو اس وقت اس رتبہ و مقام کا لحاظ ہوتا ہے، کربلا میں شہادت کا درجہ تھا اور دوسری طرف مدد مانگ کر اس کو ختم کرنا تھا اسی طرح مصائب و بلیات میں برداشت یہ رفعت و منزلت کو بڑھاتا ہے اور وسیلہ و استغاثہ کر کے اس مرتبہ کو ختم کرنا ہے حالانکہ ایسی ہستیاں ان مرتبوں کی تمناؤں میں رہتی ہیں۔ شہادتوں کے جذبے آخری دم تک ان کے دلوں میں موجزن ہوتے ہیں۔

یہ عظیم افراد دنیاوی مصائب کو برداشت کر لیتے ہیں آخرت کے درجات کو ضائع نہیں جانے دیتے۔ میں نے کہا مولوی صاحب نے جتنا بھی مصائب و بلیات میں مدد نہ مانگنے کا بیان کیا ہے ان سب کا جواب آ گیا اب مولوی صاحب کچھ اخلاص سے کام لیں تو سب کچھ سمجھ میں آ سکتا ہے اگر عمل کا وسیلہ جائز مانتے ہو تو جس کے بارے شک ہے کہ قبول ہو یا نہ ہو تو جو ہستی ہی مقبول و معصوم ہے ان کا وسیلہ جائز ہونے میں کیوں شک و تردد پڑتا ہے؟ اس پر مجھے کہنے لگا عقائد میں قیاس نہیں چلتا میں نے پوچھا وہ کیوں؟ کہنے لگا مثلاً نماز کے دو سجدہ ہیں اور ایک قیام تو قیام کو سجدوں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ میں نے کہا یہ مثال عقیدہ سے متعلق ہے یا نہیں؟ کہنے لگا عقیدہ سے متعلق ہے۔ میں نے کہا اگر قیاس معتبر نہیں تو یہ مثال دے کر تم کیا کر رہے ہو اس کو قیاس نہیں کہتے تو اور قیاس کس شئے کا نام ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت بڑھانے کے لیے قیاس درست نہیں اور شان کم کرنے کے لیے قیاس جائز ہے، واہ کیسی محبت ہے تمہاری حضور سے؟ تف نجدیت

اب وہ نوجوان وہابی مولوی سے پوچھنے لگا کہ بتائیے حضرت صاحب نے جو ابن ماجہ شریف کی روایت بیان کی اور پھر دوسری روایت بعد از وصال کی بیان کی۔ کیا یہ درست ہے؟ وہابی مولوی نے جواب دیا کہ دوسری روایت ضعیف ہے۔ پہلی صحیح ہے اتنے میں نوجوانوں کا شور سا مچا، ایک نوجوان بول پڑا کہ اس وہابی کو بات سمجھ نہیں آتی اس کو ٹھنڈا کر کے بٹھایا گیا۔ اسی دوران سوال پوچھنے والا نوجوان میرے قریب ہو کر پوچھنے لگا حضرت صاحب کیا دوسری روایت ضعیف ہے میں نے کہا ہرگز نہیں بالکل صحیح روایت ہے۔ اتنے میں وہ نوجوان ذرا دور ہٹ گیا، میں نے کہا جناب ٹائم بھی کافی ہو چکا ہے اور معاملہ بھی نوجوانوں میں سرگرم ہے تو اس طرح کرتے ہیں یہاں تک اتفاق کر لیتے ہیں کہ ''زندہ کا وسیلہ جائز ہے'' بقیہ گفتگو اس طے شدہ بات سے آگے شروع کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ مولوی صاحب نے جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پیش کر کے کہا کہ زندہ کا وسیلہ جائز ہے۔ میری بات ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ مولوی صاحب کہنے لگے ہرگز نہیں یہ جائز نہیں میں نے کہا مولوی صاحب آپ کی آڈیو ریکارڈنگ موجود ہے آپ ابھی کہہ کر آئے ہیں کہ ''زندہ کا وسیلہ جائز ہے''۔ کہنے لگا نہیں بالکل نہیں۔ میں نے کہا اچھا یہ بتائیے کہ جو آپ کے اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ ''اے اللہ شیخ عبدالقادر کے واسطے دے تو بجا ہے'' اس کا کیا کرو گے کہنے لگا کتاب دکھاؤ، جناب مولانا اکمل قادری صاحب حوالہ کی وقعت کو بڑھانے کے لیے کہنے لگے بس حوالہ بتا دیا ہے ٹھیک ہے، کتاب کیوں دکھائیں؟ وہابی اس پر مصر ہو گئے کہ ہمیں کتاب دکھائیں میں نے کہا جناب دکھا دیجیے، جب ''تقویۃ الایمان'' کو پکڑ کر دیکھنے لگے۔ ایک ورق پیچھے کیا تھوڑا سا سوچ میں مبتلا ہوا پھر ایک ورق آگے کیا پھر کہنے لگا یہ کتاب ساری پڑھنے والی ہے، بڑی اچھی ہے ہم نے کہا اس عبارت کے بارے بتاؤ ٹھیک ہے یا نہیں؟ کہنے لگا مجھے اب اس کے بارے علم نہیں ہے۔ میں نے کہا، مشکل نہیں اردو ہے اور صاف سمجھ آ رہا ہے کہ ''فوت شدگان سے مدد مانگنا اور ان کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے'' اس عبارت کے بارے فیصلہ کرو،

اتنے میں وہی نوجوان کہنے لگا مولوی صاحب کیا یہ درست لکھا ہے؟ وہابی مولوی کہنے لگا ''ہمارے بزرگوں سے غلطی ہو سکتی ہے''۔ میں نے کہا ریکارڈ کر لو یہ بات ''اسمٰعیل دہلوی کو بھی اپنے ماننے والوں سے آج یہ دن دیکھنا پڑنا تھا'' لیکن مولوی صاحب نے اپنے مذہب کے مطابق انصاف کیا ہے، اسمٰعیل دہلوی غلط ٹھہرا تو کون سی قیامت آ گئی۔

اسی نوجوان نے کہا اگر زندہ کا وسیلہ جائز نہیں تو کیا حضرت صاحب نے جو ابن ماجہ کی پہلی روایت سنائی وہ درست ہے یا نہیں؟ وہابی مولوی کہنے لگا وہ بھی ضعیف ہے میں نے کہا پہلے تم نے اسے صحیح کہا تھا وہابی کے اس جھوٹ پر اس کو دو تین ماننے والے بھی متنفر ہو گئے اور کہنے لگے مولوی صاحب نے غلط کیا ہے۔ جناب اکمل قادری صاحب بھی کہنے لگے مولوی صاحب سوچیں: حضرت صاحب نے ابن ماجہ کی جس حدیث کو بیان کیا ہے آپ نے اسے پہلے صحیح کہا ہے اور اب ضعیف کہہ رہیں مولوی صاحب کہنے لگے آپ کتاب لے آئیں میں نے کہا آپ کی سرشت میں ہے کہ جو حدیث وہابیوں کے خلاف ہو اسے پہلے ضعیف کہہ دو باقی معاملہ بعد کا ہو گا۔ یہ لا نسلّم والا وطیرہ تو تمہارا پرانا ہے۔ مولوی صاحب! بغیر کتب کے حدیث صحیح کو ضعیف کہہ ڈالا شرم نہیں آتی۔ یہ بات جب خوب جذبے میں کہی گئی تو اتنے میں زوردار نعروں کی گونج نے جم کو ہلا دیا، سنی نوجوان بڑے جذبے اور ولولے سے نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت لگانے لگے۔ رات کا اس وقت ڈیڑھ بج چکا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کو فتح سے سرشار کیا مولانا اکمل قادری صاحب بڑی بھاری بھرکم آواز میں دعا مانگنے لگے۔

یارسول اللہ انظر حالنا
یاحبیب اللہ اسمع قالنا
اننا فی بحر غم مغرق
خذ ایدینا سہل لنا اشکالنا

اتنے میں وہابی اٹھ کر چل پڑے اور کچھ بڑبڑاتے جاتے مولانا اکمل قادری صاحب دعا میں کہنے لگے یا الٰہی جس طرح تو نے آج مسلمانوں کو فتح سے سرشار کیا اور غیرت مندوں کی

دعا سے گستاخوں کو بھگا دیا مولا اسی طرح ہمیں آخرت میں بھی کامیاب کرنا۔نوجوانوں نے زور
سے آمین کہا۔حتیٰ کہ ایک نوجوان نے اسی دوران وہابی مولوی کو کہا او مولوی! میں تیرے منہ پڑ
تھپڑ ماروں گا بیٹھ کر دعا مانگ جس سے کچھ ہلا گلا ہوا جو دعا کے اختتام کے ساتھ ہی تھم گیا۔اس
وقت وہابی کا چہرہ انتہائی عبوسِ قمطریر بنا ہوا تھا اور بے بسی اس کے چہرے پر چھائی ہوئی تھی
جب ہم جم سے باہر نکلے تو بٹ صاحب انتہائی خوشی کے عالم مین گلے ملنا شروع ہو گئے اور دو
تین نوجوان کہنے لگے ہم روزانہ جم میں آتے ہیں پہلے ہمارا بھی اس مسئلہ میں عقیدہ کچھ کمزور تھا
لیکن اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم مطمئن ہو گئے ہیں کہ حقیقی طور پر عطا کرنے والی ذات اللہ ہے
اور نیک بندے اس کے مقرب بندے ہیں اس واسطے ان کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔

چند دوست احباب مجھے اپنی گاڑی پر بٹھا کر رات چھوڑنے کے لیے گھر تک آئے۔
راستے میں عثمان گنج بیرون دروازہ کشمیری برلب لائن ریلوے سے گزرتے ہوئے حضور
خواجہ عالم پیر نور محمد نقشبندی مجددی مرتضائی علیہ الرحمہ جو اپنے وقت کے رئیس المناظرین تھے
اور عظیم محقق تھے آپ کا دربارِ اقدس آیا تو میں نے ڈرائیور صاحب کو کہا کہ یہاں گاڑی کھڑی
کریں کیونکہ ایسوں کے صدقے ہم کو فتح ہوئی ہے آؤ ان کے مزار پر فاتحہ خوانی کرلیں۔سبھی
افراد نے فاتحہ خوانی کی خوب فیوض و برکات حاصل کیں اور چل دیے۔شاہدرہ پہنچ کر گاڑی کو
ونڈالہ روڈ شاہدرہ کے باہر کھڑی کر کے مجھے سلام وکلام سے الوداع کیا۔والسلام

یہ تھی مختصر سی مناظرہ کی روئیداد جس کو آپ کے سامنے پیش کیا چونکہ مناظرہ میں جو دلیل بھی عروج
پکڑ جائے اسی کو مزین کرنا ہوتا ہے اور اسی کا مالہا وماعلیہا دیکھا جاتا ہے۔آپ کے سامنے ساری روئیداد
آگئی جس میں کچھ سوالات وہابی مولوی نے کئے تھے جس کے نام کا علم مجھے بعد میں ہوا کہ یہ مولوی عتیق
الرحمن ہے۔جو مناظر اسلام غلام مصطفی نوری صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے مناظرہ میں صادق کوہاٹی کا معاون
تھا۔اس کا کچھ جواب لکھ دیتا ہوں تاکہ یہ تحریر کسی کے لیے ہدایت کا پیش خیمہ بن جائے اور میری حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ بگڑی بن جائے۔امین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

وسیلہ کسے کہتے ہیں؟

الوسیلۃ مایتقرب بہ الی الغیر
امام جوہری کہتے ہیں جس چیز سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے وسیلہ کہلاتا ہے۔
(الصحاح، جلد ۵ ص ۱۸۴۱ مطبوعہ دار العلم بیروت ۱۴۰۴ھ)
اگر غیر اللہ کا وسیلہ شرک ہے تو قرآن وسنت میں وسیلہ کا حکم دیا گیا۔چنانچہ ارشاد خداوندی
ہے۔یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ (۵/۳۵)
(اے ایمان والو! اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو)۔
یہ آیہ کریمہ مطلق وسیلہ کو شامل ہے خواہ وہ ذات کا وسیلہ ہو یا عمل کا، اس کو عمل کے ساتھ
مقید کرنا کتاب اللہ میں زیادتی ہے جو ناجائز ہے اس آیہ کریمہ پر مختلف تفاسیر نے مطلق مفہوم کو
پیش نظر رکھ کر ہی تفسیر کی ہے۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا (البقرۃ:۸۹)

امام حاکم، مستدرک باب التفسیر میں اس آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:
ای کان یہود یقولون اللھم انا نستنصرک بحق النبی الامی ﷺ یعنی
یہود کہا کرتے تھے یا الٰہی! ہم تجھ سے پیارے امی نبی کے وسیلہ سے مدد مانگتے ہیں۔
(المستدرک للحاکم جلد ۲ ص ۲۶۳ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت)
دلائل النبوۃ جلد ۱ ص ۸۲ فصل خامس مطبوعہ دار النفائس بیروت میں امام ابونعیم نے
بھی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح بیان کیا ہے۔
اسی آیہ کریمہ کے تحت

تفسیر ابن جریر (۱/۳۰۸) تفسیر روح المعانی (۱/۲۸۹) تفسیر مجاہد (۱/۳۸) تفسیر کشاف (۱/۲۹۶) تفسیر کبیر (۳/۲۰۰) میں امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ۔

اور تفسیر ابن کثیر میں اسماعیل بن کثیر لکھتے ہیں:

ان یهودا کانوا یستفتحون علی الأوس والخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثه

(بے شک یہودی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہونے سے پہلے قبیلہ اوس اور خزرج کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے فتح مانگتے تھے)۔

ابن کثیر جلد ا ص ۳۲۶ مطبوعہ دار طیبہ للنشر والتوزیع الریاض

اسی طرح دیگر تفاسیر میں وسیلہ کے متعلق اس قدر واضح حکم موجود ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اب اگر کہا جائے کہ ''زندہ کا وسیلہ جائز ہے اور مردہ کا وسیلہ ناجائز یا زندہ سے مدد تو طلب کر سکتے ہیں لیکن مردہ سے نہیں۔ اگر ایسا کیا تو شرک ہو جائے گا۔'' تو ایسے حضرات کے لیے پہلے شرک کی تعریف بیان کرنی چاہیے۔ تاکہ انہیں سمجھ آجائے کہ شرک کسے کہتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ''الفوز الکبیر'' میں شرک کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

والشرك ان يثبت لغير الله سبحنه و تعالى شيئا من صفاته المختصة به

یعنی شرک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاص صفات میں سے کسی صفت کو غیر اللہ کے لیے ثابت کیا جائے۔ (الفوز الکبیر ص: ۲۰ مطبوعہ علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور)

اب اگر مردہ سے مدد مانگنا یا ان کا وسیلہ پیش کرنا شرک ہے تو کیا معاذ اللہ یہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو مردوں کے اوصاف سے ملا رہے ہیں، کیونکہ شرک کا مطلب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے غیر میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو برابر کا شریک ٹھہرانا۔ کچھ عقل کرنی چاہیے۔ کیا زندہ کو خدا بنانا جائز ہے اور مردہ کو ناجائز ہے؟ تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام۔ یہ بھی

عجیب عقیدہ ہے کہ زندہ انسان میں عدم الوہیت اور فوت شدہ میں وجود الوہیت تصور کر لی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی حالت میں شرک جائز نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تو ''الحی القیوم'' صفت والی ہے مردہ تو ایسی صفت والا ہوتا ہی نہیں پھر شرک کیسے ہوگیا۔

اسی واسطے شاہ صاحب نے شرک کی تعریف میں ''صفات مختصہ'' کا لفظ ارشاد فرمایا۔ یعنی وہ صفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ شرک تو ایسا برا گناہ ہے جو زندہ اور مردہ دونوں کے اعتبار سے برا ہے لیکن زندہ کا وسیلہ جائز اور فوت شدگان کا وسیلہ ناجائز، یہ کہاں کی منطق ہے؟

اختصاراً چند احادیث کے حوالے درج کر دیتے ہیں جس میں فوت شدگان بزرگوں کا وسیلہ اور استمداد کا ثبوت ہے۔

(۱) حضرت عمر فاروقؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا واقع ہوئی تو انہوں نے عرض کی: یا رب اسالك بحق محمد لما غفرت لی اے میرے رب میں تجھ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق وصدقہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ میں نے ابھی انہیں (عالم اجساد) میں خرقہ خلقت سے نوازا بھی نہیں ہے جناب آدم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب (میں نے وسیلہ) اس لیے (پیش کیا کہ) جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لکھا تھا ''لا اله الا الله محمد رسول الله'' سو میں جان گیا کہ تیری ذات نے جس ہستی کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں چونکہ تو نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لیے میں نے تم کو بخش دیا اور درجات عطا فرما دیئے اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے دلائل النبوہ جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۴۸۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان میں، امام طبرانی نے معجم صغیر جلد نمبر ۲ صفحہ ۸۲، نمبر ۸۳ مطبوعہ سلفیہ مدینہ منورہ میں، ابن تیمیہ نے فتاویٰ ابن تیمیہ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۵۱ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز سعودیہ میں اور کہا وھما کالتفسیر للاحادیث الصحیحۃ (یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہے)۔

ناصر الدین البانی نے اس حدیث کا ذکر اپنے رسالہ توسل (ص ۱۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت) میں بغیر کسی جرح کے کیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ (جلد ا ص ۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد) میں امام حاکم، امام بیہقی، امام طبرانی، امام ابونعیم اور امام ابن عساکر کے حوالہ سے اس روایت عمر فاروق؄ کو بیان فرمایا امام قسطلانی نے مواہب اللدنیہ المقصد الاول وفصل زیارۃ قبور (جلد ا ص ۴۴، مطبوعہ دارالفکر بیروت) میں امام زرقانی نے شرح المواہب (جلد ا ص ۴۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت) میں، امام حاکم نے مستدرک کتاب التاریخ (جلد ۲ ص ۶۱۵، مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ) میں ھذا حدیث صحیح الاسناد کہہ کر بیان فرمایا۔

(۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمائی (مجمع الزوائد للبیہقی جلد ۹ ص ۲۵۶-۲۵۷، مطبوعہ دارالکتاب بیروت۔)

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال کرنے والوں کے وسیلہ سے دعا کرنے کی تلقین فرمائی۔ سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر ۵۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، مسند احمد ابن حنبل جلد ۳، ص ۲۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، عمل الیوم واللیۃ لابن السنی، ص ۳۰ مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ۲۰۹ مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز سعودیہ اس کے علاوہ دیگر محدثین نے اس حدیث سے استدلال کیا مثلاً اتحاف السادۃ المتقین (جلد ۵ ص ۸۹۔۹۰) تفسیر درمنثور (جلد ۲ ص ۳۶) المغنی عن حمل الاسفار (جلد ا ص ۳۲۶)

الترغیب والترہیب (جلد ۲ ص ۴۵۲)

(۴) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت کرنا گزشتہ احادیث جو ہم نے مناظرہ میں پیش کی تھیں سے امام ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ (ص ۹۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) میں بیان فرما کر اس کی سند کے بارے لکھا "قال ابو اسحاق ھذا حدیث صحیح" ابواسحاق نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے ترمذی شریف (جلد ۲ ص ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ بلوچستان) میں بیان فرمایا: امام احمد بن حنبل نے مسند احمد (جلد ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت) میں امام حاکم نے مستدرک (جلد ا ص ۵۱۹ مطبوعہ دارالباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ) میں امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (جلد ا ص ۱۶۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) میں دوسری سند کے ساتھ کچھ الفاظ کی زیادتی کے ساتھ بیان کیا۔ امام ابن السنی نے اس سند کو عمل الیوم واللیلہ (ص ۲۰۲ مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن) میں بیان کیا امام نسائی نے اس حدیث کو سنن کبریٰ (ج ۶ ص ۱۶۹، مطبوعہ دارالکتب العلیہ بیروت) میں روایت کیا ہے امام نووی نے اس حدیث کو ابن ماجہ اور امام ترمذی کے حوالے سے لکھتے ہوئے کتاب الاذکار [۱] (ص ۱۶۷، مطبوعہ دارالفکر بیروت) میں فرمایا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح لکھا ہے۔" جس کو علماء کرام سمجھتے ہیں کہ اس میں سند ضعیف نہیں ہوتی۔

غیر مقلدوں کا امام قاضی شوکانی حصن حصین کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"اس (نابینا کی) حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم نے مستدرک میں اور امام نسائی نے روایت کیا ہے جیسا کہ مصنف (امام محمد جزری) نے بیان فرمایا: امام طبرانی نے اس حدیث کی تمام اسانید بیان کرنے کے بعد لکھا ہے "یہ حدیث صحیح ہے" لہٰذا ان ائمہ نے اس

---

[۱] بحمد اللہ تعالیٰ امام نووی علیہ الرحمہ کی کتاب الاذکار کا ترجمہ راقم کے ماموں جان فضیلۃ الشیخ استاذی واستاذ العلماء علامہ خلیل احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو فرید بک سٹال لاہور سے طبع ہو چکا ہے۔

حدیث کو صحیح کہا ہے البتہ امام نسائی کی روایت میں یہ تفرد ہے کہ اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ اس نے دو رکعت نماز پڑھی، قاضی شوکانی اس سے آگے لکھتے ہیں اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اس کے ساتھ یہ اعتقاد لازم ہے حقیقۃ دینے والا اور منع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

یہی قاضی شوکانی "تحفۃ الذاکرین" کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جسے امام ترمذی نے روایت کر کے فرمایا یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے امام نسائی امام ابن ماجہ اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اس کو (مستدرک میں) روایت کر کے فرمایا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے" اس سے آگے نابینا والی حدیث بیان کی پھر ساتھ متصلاً لکھتے ہیں واما التوسل بالصالحین فمنہ ما ثبت فی الصحیح ان الصحابۃ استسقوا بالعباس عم رسول اللہ ﷺ۔ الخ یعنی صالحین کو وسیلہ بنانے کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جو صحیح (بخاری) میں ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ کے چچا جان حضرت عباس کے وسیلہ سے بارش کے لیے دعا کی اور حضرت عمر نے کہا: اے اللہ ہم تیرے نبی محتشم کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں"۔

(تحفۃ الذاکرین ص ۳۷ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ)

غیر مقلد حافظ محمد عبد اللہ روپڑی اپنے رسالہ 'وسیلہ بزرگاں' میں ص (۱۲) اور ص (۳۴) پر لکھتے ہیں۔

"اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ سے اس لیے دعا منگوائی تا کہ معلوم ہو جائے کہ غیر نبی کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے لیکن اس کی بابت ہماری عرض ہے کہ اس حدیث میں حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ یا اللہ پہلے ہم تیرے نبی کے ذریعہ سے استسقاء کرتے تھے یہ اس بات کی صاف

دلیل ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک وفات کے بعد کسی کا وسیلہ جائز نہیں خواہ نبی ہو یا ولی۔ ۱۲"

وسیلہ بزرگان مطبوعہ مکتبہ تنظیم اہل حدیث نزد چوک دالگراں لاہور

جبکہ قاضی شوکانی صاحب "وما التوسل بالصالحین" کہہ کر مطلقاً صالحین کو وسیلہ بنانے کے جواز پر دلیل دے رہے ہیں اور روپڑی صاحب اپنے امام شوکانی کی مخالفت کر رہے ہیں جس کو اہل حدیث حضرات بھی تسلیم نہیں کریں گے۔

امام محمد جزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں دعا مانگنے کا ایک ادب یہ ہے کہ ویتوسل الی بانبیائہ والصالحین۔

وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے، چہ جائیکہ روپڑی صاحب کی بلا دلیل ناقابل التفات بات کو مان لیا جائے۔ جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کے فرمان سے مفہوم مخالف نکالنا درست اس واسطے نہیں کہ دیگر احادیث ہمیں ملتی ہیں جس میں نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے وصال شریف کے بعد بھی وسیلہ مانگا گیا۔ جیسا کہ عنقریب صحابی رسول حضرت بلال مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ اقدس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس سے وسیلہ مانگنے کا بیان آرہا ہے۔

(حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر، ۱۳۵۰ھ)

ابن تیمیہ "فتاویٰ ابن تیمیہ میں لکھتے ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء وصالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو اور یہ دعا صحیح ہو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی

قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول ہو سکے حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ارشاد فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون شفاعت کرے گا مگر اس کی اجازت کے ساتھ (شفاعت کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ جسے اجازت دے گا پھر اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جیسا اس عظیم بارگاہ کے لائق ہے) فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ بامر فھد بن عبد العزیز پھر اسی مفہوم پر گفتگو کرتے ہوئے قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔

''یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سالکین کے حق سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو مسترد نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سالکین سے یہ وعدہ فرمایا ہے:

''مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا''۔

(تحفۃ الذاکرین ص نمبر ۶۹ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی و اولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ)

اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پرہیزگاروں کی عزت و تکریم ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقکم: الحجرات ''بے شک تم میں عزت والا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پرہیزگار ہے''

انبیاء کرام کے تقویٰ و طہارت میں کسی قسم کا شبہ نہیں اور ان نفوس قدسیہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہی وہ ہے جو پرہیزگار ہو چنانچہ ارشاد خداوندی ہے الا ان اولیا اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون الذین امنوا و کانوا یتقون۔

''خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ کے ولیوں پر نہ خوف ہے نہ غم ہوگا (جن کی شان یہ ہے کہ) جو ایمان لائے اور پرہیزگاری اختیار کی۔'' معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور ولیوں کی بارگاہ خداوندی میں ساری کائنات سے زیادہ عزت و تکریم ہے کوئی چوڑے چمار سے بھی ذلیل ہونے والا تصور نہیں پایا جاتا البتہ اسماعیل دہلوی امام الوھابیہ کی زبان تقویۃ الایمان میں غلط روش پر چلی ہے جو کسی مسلمان کے لائق نہیں، مولوی اسماعیل دہلوی کا انبیاء کرام و اولیاء

عظام کو بارگاہِ خداوندی میں چوڑا چمار سے زیادہ ذلیل کہنا اس لیے تھا کہ استمداد اور استعانت کو ناجائز ٹھہرایا جا سکے۔ لیکن دلائل سے ثابت ہو گیا کہ اسماعیل دہلوی کی بات غلط ہے۔ لہٰذا ان نفوس قدسیہ کی سفارش مقبول اور وسیلہ کا جواز معقول ٹھہرا یہی اہلسنت و جماعت کا مؤقف ہے۔

غیر مقلدین حضرت عباسؓ کے وسیلہ والی حدیث ذکر کر کے کہتے ہیں دیکھو حضرت عمر کا عقیدہ کہ روضہ رسول پر جا کر دعا نہ کی ان کے لیے جواباً گزارش ہے۔

امام ابو بکر عبد اللہ ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ جو کہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے مشائخ میں سے ہیں فرماتے ہیں:

''حضرت مالک الدار، جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے وزیر خوراک تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجیے کیونکہ وہ (قحط سے ہلاک ہو رہے ہیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے تم پر دانشمندی سے معاملہ نمٹانا لازم ہے پھر وہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی، حضرت عمرؓ رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲، ص ۳۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ)

اس حدیث کو حافظ عماد الدین ابن کثیر نے ''البدایۃ والنہایہ (جلد ۷ ص ۹۱-۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت) میں نقل کر کے لکھا'' وھذا اسناد صحیح'' اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ علامہ ابو عمر ابن عبد البر نے ''الاستیعاب علی ھامش الاصابہ (جلد ۲ ص ۴۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت) میں اور ابن اثیر جزری نے الکامل فی التاریخ (جلد ۴ ص ۳۸۹، ۳۹۰ مطبوعہ

دارالکتاب العربیہ بیروت) میں اس روایت کو ذکر کیا۔

اب یقیناً حضرت عمرؓ کا عقیدہ سامنے آگیا ہوگا ورنہ جناب عمر فاروق منع فرما دیتے کہ وسیلہ زندہ کا جائزہ ہے فوت شدگان کا نہیں لیکن آپ نے کوئی ممانعت والا جملہ نہ فرما کر اس عمل کو جائز و ثابت رکھا، اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری (جلد ۲ ص ۴۹۵، ۴۹۶ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ) میں فرماتے ہیں، روی ابن ابی شیبۃ باسناد صحیح من روایۃ ابی صالح السمان عن مالك الدار و کان خازن عمر۔ الخ یعنی امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمرؓ کے خازن مالک الدار سے روایت کیا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں صحابہ کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں:

حضرت عثمان ابن حنیفؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان ابن عفانؓ کے پاس جاتا تھا جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی توجہ مبارک اس طرف نہ ہوئی تھی ایک دن اس کام والے شخص کی حضرت عثمان ابن حنیفؓ سے ملاقات ہوئی اور ان سے اپنی شکایت بیان کی کہ میری طرف توجہ نہیں ہوتی۔ جناب عثمان ابن حنیف کہنے لگے تم وضو خانہ جا کر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، رحمت والے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عزوجل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور (دعا میں) اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتی کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں وہ شخص گیا اور اسی بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا۔ پھر وہ شخص جناب عثمان غنیؓ کے پاس گیا۔ دربان نے

ان کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان ابن عفان کے پاس لے گیا، حضرت عثمان غنی نے اس کو اپنے ساتھ بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان غنی نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس سیدھے چلے آنا۔ پھر وہ شخص حضرت عثمان غنی کے پاس سے نکلا اور سیدھا جناب عثمان ابن حنیف کے پاس گیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے حضرت عثمان غنی میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے آپ کی سفارش سے انہوں نے میری طرف توجہ کی حضرت عثمان ابن حنیف کہنے لگے بخدا! میں نے حضرت عثمان کو کوئی سفارش نہ کی بلکہ میں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھا آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہوتا اور مجھ بڑی مشکل ہوتی ہے۔ "نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم وضو خانے جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات (اللھم انی اسئلک۔۔۔ الخ) سے دعا کرو۔

حضرت عثمان ابن حنیف نے کہا ابھی ہم بیٹھے ہی تھے اور گفتگو بھی کوئی لمبی نہ ہوئی تھی وہ نابینا شخص اس حالت میں آیا کہ اس کو بینائی عطا ہو گئی تھی۔ امام طبرانی حدیث مبارک بیان فرمانے کے بعد لکھتے ہیں والحدیث صحیح 'اور یہ حدیث صحیح ہے۔"

(المعجم الصغیر للطبرانی جلد ا ص ۱۸۳-۱۸۴ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ)

بعد از وصال نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا مانگنے والی حدیث کو الترغیب والترہیب (جلد ا ص ۴۷۴-۴۷۶ مطبوعہ دارالحدیث قاہرہ) میں امام منذری نے اور مجمع الزوائد (جلد ۲ ص ۲۷۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت) میں امام ہیثمی نے بیان کر کے لکھا کہ "یہ حدیث صحیح ہے۔"

ان وضاحتوں سے آپ نے اس وہابی مولوی عتیق الرحمن کی جہالت کا اندازہ لگا لیا ہوگا جو اس صحیح حدیث کو بغیر کسی کتاب اور حوالہ کے ضعیف کہے جا رہا تھا بلکہ ان وہابیوں کا امام ابن تیمیہ اپنے فتاویٰ میں لکھتا ہے:

قلت و الطبرانی ذکر تفردہ بمبلغ علمہ ولم یبلغہ روایۃ روح بن عبادۃ عن شعبۃ و ذلک اسناد صحیح یبین انہ لم ینفرد بہ عثمان بن ابی عمر

میں کہتا ہوں امام طبرانی نے اپنے مبلغ علم کے اعتبار سے عثمان بن ابی عمر کو منفرد کہا ہے۔ ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ روح ابن عبادہ نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ عثمان بن ابی عمر اس روایت میں منفرد نہیں ہے۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ا ص ۲۷۳-۲۷۴ مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز آل سعود)

کیوں جناب امام طبرانی کی سند میں تفرد کے احتمال کو ابن تیمیہ ختم کر کے اس حدیث کی حجیت کو بڑھا رہے ہیں یا نہیں؟

اس حدیث پر جرح و نقد کے اعتبار سے علمائے اہلسنت نے بڑی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اس کے علاوہ دیگر دلائل سے ہمارے اکابرین نے استمداد و استعانت پر بحث فرمائی ہے۔

امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے "فتاویٰ رضویہ" میں استاذ العلماء والمحدثین مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اپنے فتاوی میں رئیس المناظرین قدوۃ السالکین خواجہ نور محمد نقشبندی مجددی مرتضائی علیہ الرحمہ نے "توثیق الابحاث لصلوٰۃ المستغاث" میں اور اپنی دیگر تحریرات میں، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ نے جاء الحق اور اپنے فتاویٰ میں استاذ العلماء شیخ الحدیث والفقہ مفتی محمد عبد العلیم سیالوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں،

استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی نے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن میں قابل قدر وضاحت کے ساتھ تشریح فرمائی۔ ان کے علاوہ دیگر اکابرین اہلسنت نے اس موضوع پر بحث فرمائی ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے لمعات التنقیح (جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۱۴۰ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ کوئٹہ میں شیخ و مرید کا واقعہ لکھا جس میں شیخ اپنے مرید کو معمولات و وظائف میں مشکل کے وقت اپنی طرف متوجہ ہونے کی تلقین فرماتا ہے اور پھر مرید مشکل میں شیخ کو یاد کرتا ہے تو اس کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ شیخ محقق علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو قابل تحسین قرار دیتے ہوئے بیان کیا ہے:

پھر اشعۃ اللمعات جلد ا ص ۷۶۲ پر لکھتے ہیں۔ امام شافعی گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مر اجابت دعا را و حجۃ الاسلام امام محمد غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات۔

یعنی امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کی قبر مبارک دعاؤں کی مقبولیت کے لیے مجرب تریاق ہے اور حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، ہر وہ شخص جو کسی شیخ سے زندگی میں مدد مانگتا ہے وہ ان کے فوت ہونے کے بعد بھی ان سے دعا مانگا کرے۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۷۶۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ)

غیر مقلد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے بارے لکھا ہے:

ان الهند لم یکن بها علم الحدیث منذ فتحها اهل الاسلام بل کان غریبا کالکبریت الاحمر حتی من الله تعالی علی الهند بافاضة هذا

العلم علی بعض علمائها كالشيخ عبدالحق بن سيف الدين الترك الدهلوی المتوفی سنة اثنتين و خمسين والف، وامثالهم وهو اول من جاء به فی هذا الاقليم وافاضه علی سكانه فی أحسن تقويم۔

(الحطة فی ذكر الصحاح الستة للقنوجی ص۱۳۶ بيروت)

بیشک ہندوستان کو جب سے مسلمانوں نے فتح کیا یہاں پر علم حدیث رائج نہ ہوا بلکہ وہ کبریت احمر کی طرح نادر الوجود تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے چیدہ علماء کرام پر فیضان کے ذریعے اس علم حدیث کا احسان فرمایا جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ متوفی ۱۰۵۲ھ اور ان جیسے دیگر علماء کرام اور شیخ محقق علیہ الرحمہ پہلی وہ شخصیت ہیں جو اس دیارِ ہند میں ''علم حدیث'' کو لے کر آئے اور اس ملک کے باشندوں پر خوبصورت اور احسن انداز میں ''علم حدیث'' کے فیضان کی بارش برسائی۔

''وسیلہ بزرگان'' میں حافظ محمد عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں:

''ہاں برزخی حیات سے انکار نہیں جیسی شہیدوں کی ہے۔''

حیات انبیاء کا مسئلہ اگرچہ الگ ہے لیکن اس مسئلہ کی بنیاد حیات انبیاء ہے۔ اسی رسالہ کے صفحہ نمبر ۲۵ پر صحابی رسول کا ایک قبر کے پاس سورۃ ملک کا سننا لکھا ہے۔ پھر ص نمبر ۳۳ پر لکھتے ہیں ''چنانچہ مشکوٰۃ شریف وغیرہ میں بہتیری احادیث ہیں جن میں ایسے معجزات اور خرقِ عادات کا ذکر ہے۔'' یہاں تک بات سمجھ آگئی کہ کرامت و معجزات کا ظہور قبر والوں سے ہوسکتا ہے تو پھر مدد مانگنے میں حیات اور وصال کا فرق کیوں کیا جاتا ہے؟

غیر مقلد حافظ محمد عبداللہ روپڑی صاحب کا اندازِ تحقیق بھی دیگر غیر مقلدین کی طرح تعصب سے خالی نہیں ہے۔ صفحہ نمبر ۲۳ پر لکھتے ہیں:

''اسی طرح کا ایک واقعہ (مشہور وہابی) حافظ محمد لکھوکے والوں کا ہے کہ ان کے

دفن کے کئی سال بعد ان کی قبر میں پانی پڑ گیا ان کے وارثوں کو خواب میں دکھائی دیا کہ میری قبر میں پانی پڑ گیا ہے انہوں نے قبر کھودی تو جوں کے توں نکلے۔'' جبکہ صفحہ نمبر ۵۳ پر قاضی عیاض علیہ الرحمہ کے حوالہ سے حیات انبیاء پر دلیل ایک شخص کے خواب سے بیان کی گئی تو اس پر روپڑی صاحب انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک خواب ہے خواب سے بالاتفاق مسئلہ شرعی ثابت نہیں ہوتا۔'' جبکہ دوسری طرف محض خواب سے مسئلہ شرعی کو ماننا دور کی بات مسئلہ شرعی کو ثابت مانتے ہوئے وہابی مولوی کی قبر تک کھود ڈالی۔

توسل بعد از وصال کے متعلق
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ولیت شعری چه مے خواہند ایشان باستمداد و امداد که ایں فرقه منکر اند آنرا آنچه ما مے فهمیم از آں اینست که داعی محتاج فقیر الی الله دعا مے کند و طلب مے کند حاجت خودرا از جناب عزت و غناوے و توسل مے کند بروحانیت ایں بنده مقرب و مکرم در درگاه عزت وے وے گوید خداوندا ببرکت ایں بنده تو که رحمت کردئه بروے و اکرام کردئه اور او بلطف و کرمے که بوے داری برآورده گرداں حاجت مرا که تو معطی کریمی یا ندا مے کند ایں بنده مکرم و مقرب را که اے بنده خدا اے ولیٔ وے شفاعت کن مرا و بخواه از خدا که بدہد مسئول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا پس معطی و مسئول و مامول پروردگار است تعالیٰ و تقدس و نیست ایں بنده درمیان مگر وسیله و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانه و اولیاء خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰهی و قدرت و سطوت وے و نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نه اکنوں که در قبور اند و نه در آں ہنگام که زنده بودند در دنیا۔

کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی! جو لوگ اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں، یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا، اللہ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت کو طلب

کرتا ہے اور اس اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے اپنے اس بندہ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اس پر جو لطف و کرم کیا ہے اس کے وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا فرما، کہ تو دینے والا کریم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس اللہ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی! میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے، اور میری حاجت برلائے، سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے، اور قادر، فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے فعل، سطوت، قدرت اور غلبہ میں فانی اور ہالک ہیں اور ان کو اب قبر میں افعال پر قدرت اور تصرف حاصل ہے اور نہ اس وقت قدرت اور تصرف حاصل تھا، جب وہ زندہ تھے۔ (آگے لکھتے ہیں):

اگر ایں معنی که در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجه بما سوائے حق باشد چنانکه منکر زعم میکند بس باید که منع کرده شود توسل و طلب دعا از صالحان و دوستانِ خدا در حالتِ حیات نیز و ایں ممنوع نیست بلکه مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین و اگر می گویند که ایشاں بعد از موت معزول شدند و بیرون آورده شدند از ان حالت و کرامت که بود ایشاں را در حالتِ حیات چیست برآں؟ یا گویند که مشغول و ممنوع شدند بآنچه عارض شد از آفات بعد از ممات پس ایں کلیه نیست و دلیل نیست بر دوام و استمرار آں تا روزِ قیامت نہایت آنکه ایں کلیه نباشد و فائده استمداد عام نباشد۔ بلکه ممکن است که بعضے منجذب باشند بعالم قدس و مستہلک باشند در لاہوت حق چنانکه ایشاں را شعورے و توجہے بعالم دنیا نمانده باشد و تصرفے و تدبیرے در وے نه چنانچه دریں عالم نیز از تفاوت حال مجذوباں و متمکناں ظاہر میگردد و نعم اگر زائران اعتقاد کنند که اہل

قبور متصرف و مستبد و قادر اند بے توجه بحضرت حق و التجا بجانب تعالیٰ
چنانکه عوام و جاهلاں و غافلاں اعتقاد دارند چنانکه می کنند آنچه حرام و منهی
عنه است دردین از تقبیل قبر و سجده آنرا و نماز بسوئے وے و جزآن ازاں چه نهی و
تخذیر واقع شده است ایں اعتقاد و افعال ممنوع و حرام خواهد بود و فعل عوام
اعتبارے ندارد و خارج مبحث است و حاشا از عالم بشریعت و عارف با حکام دین که
اعتقاد بکند ایں اعتقاد را ایں فعل رابکند و آنچه مروی و محکی است از مشائخ اهل
کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفاده ازاں خارج از حصر است و مذکور است
در کتب و رسائل ایشاں و مشهور است میان ایشاں حاجت نیست که آنرا ذکر کنیم
وشاید که منکر و متعصب سود نه کند اور کلمات ایشاں عافانا الله من ذالک

اور امداد و استمداد کا جو معنی میں نے ذکر کیا ہے اگر موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف
توجہ کو مستلزم ہوتا۔ جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے تو چاہیے یہ تھا کہ صالحین سے طلب دعاء اور توسل
زندگی میں بھی ناجائز ہوتا حالانکہ یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز اور مستحسن و مستحب
ہے اور اگر منکر یہ کہیں کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبہ سے معزول ہو جاتے ہیں اور
زندگی میں جو فضیلت و کرامت انھیں حاصل تھی وہ باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اور
اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہوئے کہ انھیں دعا وغیرہ کی
فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلاء قیامت
تک رہتا ہے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہلِ قبر سے استمداد سود مند نہیں
ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت
کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ رہے پس
اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں
اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ کی جانب

میں توجہ کیے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں، جیسے بعض جہلاء کا عقیدہ ہے کہ وہ
قبر کو بوسہ دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ تمام
افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ خارج از بحث
ہیں اور عارف بشریعت و عالم باحکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور
اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج
ہے اور ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے۔ حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں اور ممکن ہے
کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۲-۴۰۱، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ)

توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

انا لا اری باسا فی التوسل الی الله تعالیٰ بجاہ النبی صلی الله علیه وسلم حیا
و میتا، ویراد من الجاہ معنی یرجع الی صفة من صفاته تعالی مثل ان یراد به
المحبة التامة المستدعیة عدم رده و قبول شفاعته فیکون معنی قول القائل
الهی اتوسل بجاہ نبیك صلی الله تعالیٰ علیه و سلم ان تقضی لی حاجتی الهی
اجعل محبتك له وسیلة فی قضاء حاجتی ولا فرق بین هذا و قولك: الهی اتوسل
برحمتك ان تفعل کذا اذ معناه ایضا الهی اجعل رحمتك وسیلة فی فعل کذا بل
لا اری باسا ایضا بالاقسام علی الله تعالیٰ بجاہ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بهذا
المعنی و الکلام فی الحرمة کالکلام فی الجاہ ولا یجری ذلك فی التوسل والاقسام
بالذات البحث نعم لم یعهد التوسل بالجاہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی عزت اور وجاہت
کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرنے میں، میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، اور آپ کی وجاہت
سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مراد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی آپ سے وہ کامل محبت جس کا یہ

تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو مسترد نہ کرے اور آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے اور جب کوئی شخص دعا میں کہتا ہے: "اے اللہ! میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت کو پورا فرما۔ تو اس دعا کا یہ معنی ہے!" اے اللہ میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے میں تیری محبت کو وسیلہ بناتا ہوں اور اس دعا میں اور تمہارے اس قول میں کوئی فرق نہیں ہے کہ "اے اللہ میں تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میرا یہ کام کر دے" بلکہ میں یہ کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ "اے اللہ! میں تجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کی قسم دیتا ہوں کہ تو یہ کام کر دے۔" وجاہت اور حرمت کے ساتھ سوال کرنے میں ایک جیسی بحث ہے، توسل اور ذات محض کی قسم دینے میں یہ بحث جاری نہیں ہوگی، ہاں وجاہت اور حرمت کے وسیلہ سے دعا کرنا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے۔

والحرمة عن احد من الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم . ولعل ذلك كان تحاشيا منهم عما يخشى ان يعلق منه فى اذهان الناس اذ ذاك وهم قريبو عهد بالتوسل بالاصنام شى ثم اقتدى بهم من خلفهم من الائمة الطاهرين وقد ترك رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم هدم الكعبة و تأسيسها على قواعد ابراهيم لكون القوم حديثى عهد بكفر كما ثبت ذلك فى الصحيح و هذا الذى ذكرته انما هو لدفع الحرج من دعوى تضليلهم كما يزعمه البعض فى التوسل بجاه عريض الجاه صلى الله تعالى عليه وسلم لا للميل الى ان الدعاء كذلك افضل من استعمال الا دعية الماثورة التى جاء بها الكتاب وصرحت عليه الصحابة الكرام رضى الله تعالى عنهم و تلقاه من بعدهم بالقبول افضل و اجمع وانفع واسلم

اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ صحابہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اس لیے اجتناب کرتے تھے کہ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی بدعقیدگی جگہ نہ پکڑے، کیونکہ ان کا زمانہ بتوں کے ساتھ توسل کرنے کے قریب تھا، اس کے بعد ائمہ طاہرین نے بھی صحابہ کی اقتداء میں وسیلہ کے ساتھ دعا نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی اس وقت کی عمارت کو منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے، لیکن چونکہ آپ کی قوم تازہ تازہ کفر سے نکلی تھی، اس

لیے آپ نے فتنہ پیدا ہونے کے خدشہ سے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے، میں نے وجاہت سے توسل اور قسم دینے کا جواز اور اس کی توجیہ اس لیے بیان کی، تاکہ عام مسلمانوں کو اس دعا میں حرج نہ ہو، کیونکہ بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے پر گمراہی کا حکم لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس تقریر سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس طرح وسیلہ سے دعا کرنا ان دعاؤں سے افضل ہے، جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں۔ اور جن دعاؤں پر صحابہ کرام کاربند رہے اور اخیار تابعین نے جس طریقہ کو اپنایا یقیناً دعا کا یہی طریقہ زیادہ اچھا، زیادہ جامع، زیادہ نفع آور اور زیادہ سلامتی والا ہے۔

(علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم مولانا وحید الزمان کا نظریہ

مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں:

اذا ثبت التوسل بغير الله فاى دليل يخصه بالاحياء و ليس فى اثر عمر ما يدل على منع التوسل بالنبى وهو انما توسل بالعباس لاشراكه فى الدعاء مع الناس و الانبياء احياء فى قبورهم و كذا الشهداء و الصالحون و قد ادعى ابن عطاء على شيخنا ابن تيميه ثم لم يثبت منها شيئا غير هذا انه يقول لا تجوز الاستعانة بمعنى العبادة من رسول الله صل يالله عليه وسلم نعم يجوز التوسل به صلى الله عليه وسلم وقد علم عثمان بن حنيف بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا كان يختلف الى عثمان فلا يلتفت اليه دعاء وفيه اللهم انى اسئلك واتوجه اليك بنبينا محمد (صلى الله عليه وسلم) نبى الرحمة الى اخره اخرجه البيهقى باسناد متصل ورجاله ثقات و ليت شعرى اذا جاز التوسل الى الله بالاعمال الصالحة بنص من الكتاب والسنة فيقاس عليها التوسل بالصالحين ايضا قال الجزرى فى الحصن فى

آداب الدعاء منها ان يتوسل الى الله تعالى بالانبياء والصالحين من عباده
وورده فى حديث اخريا محمد انى اتوجه بك الى ربى قال السيد انه حديث حسن
لا موضوع و قد صححه الترمذى الحافظ وورد فى حديث الدعاء بمحمد نبيك و
بموسى ذكره ابن الاثير فى النهاية و الفتنى فى المجمع وروى الحاكم و الطبرانى
و البيهقى حديث دعاء ادم و فيه يارب اسئلك بحق محمد واخرجه ابن المنذر
و فيه اللهم انى اسئلك بجاه محمد عندك و كرامة عليك قال السبكى يحسن
التوسل والاستغاثة و التشفع زاد القسطلانى و التضرع و التجوه و التوجه
بالنبى الى ربه و لم ينكر ذلك احد من السلف و الخلف حتى جاء ابن تيمية
فانكره (الى قوله) قال الشوكانى لاباس بالتوسل بنبى من الانبياء او ولى من
الاولياء او عالم من العلماء و الذى جاء الى القبر زائرا او دعا الله وحده و
توسل بذلك الميت كان يقول اللهم انى اسئلك ان تشفينى من كذا و
اتوسل اليك بهذا العبد الصالح فهذا لاترددفى جوازه انتهى

جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلہ کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر نے جو حضرت عباس کے وسیلے سے دعا کی تھی، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے، انہوں نے حضرت عباس کے وسیلے سے اس لیے دعا کی تاکہ حضرت عباس کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں، ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ کے خلاف دعویٰ کیا پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا کہ بطور عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرنا جائز نہیں ہے، ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا تعلیم کی جو حضرت عثمان کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ تھے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں

اور ہمارے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے، کاش میری عقل ان منکرین کے پاس ہوتی! جب کتاب اور سنت کی تصریح سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کے وسیلہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائے گا اور امام جذری نے حصن حصین کے آداب دعا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے اور ایک اور حدیث میں ہے: یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، سید نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، ایک حدیث میں ہے میں تیرے نبی محمد اور موسیٰ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس کو علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں اور علامہ طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں ذکر کیا ہے، اور امام حاکم، امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے: "اے اللہ! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں" اور ابن منذر نے روایت کیا ہے اے اللہ تیرے نزدیک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو وجاہت اور عزت ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، علامہ سبکی نے کہا ہے کہ وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے، علامہ قسطلانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ ابن تیمیہ آیا، اور اس نے انکار کیا۔ قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیاء میں سے کسی نبی اولیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، جو شخص قبر پر جا کر زیارت کرے یا فقط اللہ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلے سے دعا کرے کہ اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفاء دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں، تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ قاضی شوکانی کا کلام ختم ہوا۔

(نواب وحید الزمان، ہدیۃ المہدی ص ۴۹-۴۷، مطبوعہ میو. پ. بی. ۱۳۲۵ھ)

راقم کہتا ہے اس عبارت سے مولوی عتیق الرحمن کا رد ہوگیا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے۔ دوسرا انبیاء کرام کے وسیلہ سے صالحین سے وسیلہ کے جواز کو قیاس کیا گیا ہے حالانکہ یہ عقائد میں قیاس کیا جارہا ہے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ

غیر مقلد عالم علامہ مبارکپوری ''الدر النضید'' سے قاضی شوکانی کی عبارت نقل کرتے ہیں:

مايورده المانعون من التوسل بالانبياء والصالحين من نحو قوله تعالى ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى ونحو قوله تعالى فلا تدعوا مع الله احدا ونحو قوله تعالى له دعوة الحق والذين يدعون من دونه لا يستجيبون لهم ليس بشيء ليس بوارد بل هو من الاستدلال بمحل النزاع بما هو اجنبي عنه فان قولهم ما نعبدهم الا ليقربونا الى الله زلفى مصرح بانهم عبدوهم لذلك و المتوسل بالعالم مثلا لم يعبده بل علم ان له مزية عند الله بحمله العلم فتوسل به لذلك و كذلك قوله ولا تدعوا مع الله احدا فانه نهى عن ان يدعى مع الله غيره كان يقول بالله و بفلان و المتوسل بالعالم مثلا لم يدع الا الله فانما وقع منه التوسل عليه بعمل صالح بعض عباده كما توسل الثلاثة الذين انطبقت عليهم الصخرة بصالح اعمالهم و كذلك قوله و الذين يدعون من دونه الاية فان هؤلاء دعوا من لا يستجيب لهم ولم يدعوا ربهم الذي يستجيب لهم و المتوسل بالعالم مثلا لم يدع الا الله ولم يدع غيره دونه ولا دعا غيره مع

انبیاء اور صالحین کے توسل سے منع کرنے والے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں: ''ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (زمر: ۳) ''اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔'' (جن: ۱۸) اسی کو (معبود سمجھ کر) پکارنا

برحق ہے اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے'' (رعد: ۱۴) ان آیات سے استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ سورۃ زمر کی آیت نمبر ۳ میں یہ تصریح کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا وہ اس کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کی اللہ کے نزدیک فضیلت اور وجاہت ہے وہ اس وجہ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، اسی طرح سورۃ جن کی آیت نمبر ۱۸ میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرکے پکارنے (یا عبادت کرنے) سے منع کیا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے میں اللہ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں، اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے بعض نیک بندوں کے اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرتا ہے، جیسا کہ ایک غار میں تین شخص تھے اور اس غار کے منہ پر ایک چٹان گرگئی تو انھوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی، اسی طرح سورۃ رعد کی آیت نمبر ۱۴ میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ان لوگوں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے تھے جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے جو ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا، اللہ کے بغیر نہ اللہ کے ساتھ۔

(شیخ عبد الرحمن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳ مطبوعہ نصر السنہ ملتان)

امام ابن اثیر نے اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عہد صحابہ میں ندائے ''یا محمداہ'' کا رواج ہوتا تھا۔

پھر حضرت خالد بن ولید نے مسلمانوں کے معمول کے مطابق نعرہ لگایا اور اس زمانہ میں ان کا معمول ''یا محمداہ'' کا نعرہ لگانا تھا۔

(الکامل فی التاریخ جلد ۲ ص ۲۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزید دلائل "استاذی و استاذ العلماء شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ کی کتاب "پکارو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

صراط مستقیم کے آخر میں اسماعیل دہلوی اپنے شیخ سید احمد کے بارے میں لکھتا ہے:

"اور آنجناب ہدایت ماب کی توجہات کے لیے یمن سے جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور قریباً ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو مقدس روحوں کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقاموں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کرے.........الخ

پھر نسبت چشتیہ کا بیان اس طرح ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کی مرقد منورہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان کے مرقد پر مراقب ہو کر بیٹھ گئے اس اثناء میں ان کی روح پر فتوح سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آنجناب یعنی حضرت قطب الاقطاب نے آپ پر نہایت قوی توجہ دی۔ اس توجہ کے سبب سے ابتداء حصول نسبت چشتیہ کا ثابت ہو گیا.........الخ

(صراط مستقیم فارسی ۱۶۶ مطبوعہ مکتبۃ السلفیہ، لاہور)

(صراط مستقیم اردو ص ۱۹۱-۱۹۲ مطبوعہ مولوی محمد اسحاق مدیر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند یوپی)

یہی سید احمد کے بھانجے سید محمد علی خلیفہ مجاز مخزن احمدی ص ۹۹ پر قبر والوں سے استمداد کے بارے واضح طور پر لکھ رہا ہے کہ میں ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار پر انوار پر حاضری دی اور آپ کی قبر انوار سے رزق کی بھیک مانگی اور کہا کہ: اے میری دادی جان! میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کے لیے کوئی چیز عنایت فرمائیے اور مجھ کو اپنے لطف و کرم سے محروم نہ فرمائیے۔ پھر میں نے سلام عرض کیا، سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح مبارک کو پہنچایا (اسی عالم میں) میں نے آپ کی قبر انور پر اپنا سر رکھا ہوا تھا اچانک بھوک سے نجات کے لیے انگور کے دو خوشے میرے ہاتھ میں ڈال دیئے گئے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص ۵۰، ۱۱۳، اور ۲۴۵ پر استمداد اور فوت شدگان بزرگوں سے مدد مانگنے کے جواز پر نہایت عمدہ کلام فرمایا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ہمعات" میں دل میں پیدا ہونے والے خیالات کے متعلق فرماتے ہیں۔

"مشائخ کی ارواح طیبہ کی طرف متوجہ ہو، ان کے لیے سورۃ فاتحہ پڑھے یا ان کی قبر کی زیارت کے لیے جائے اور ان سے جذب کی بھیک مانگے"۔

اسی طرح انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں جا بجا مراقبہ و کشف میں صاحب قبر سے استمداد کا ثبوت ملتا ہے۔ یہاں یہ بات ضروری سمجھ لیں کہ عقیدہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قطعی (۲) ظنی

پہلا تو واضح ہے اور دوسرا خبر واحد سے یا دلیل ظنی سے ثابت ہو سکتا ہے۔ ناصر الدین البانی نے اس موضوع پر مستقل رسالہ "وجوب الاخذ بحدیث الاحاد فی العقیدۃ والرد علی شبہ المخالفین" لکھا جس میں اس نے ثابت کیا ہے کہ خبر واحد سے عقیدہ کا ثبوت ہو جاتا ہے۔ یعنی قانون یہی ہے کہ ما آتاکم الرسول فخذوہ جو رسول تمہیں دیں وہ لے لو خواہ عقیدہ ہو یا احکامات، فرض حکم کا عقیدہ بھی فرض واجب کا واجب اور مستحب کا مستحب عقیدہ ہوگا۔

اگر معاملہ اس کے خلاف ہے تو اس پر دلیل کیا ہے؟

اشیاء میں اصل اباحت پر مستقل رسالہ "مسئلہ ترک" علامہ صدیق غماری علیہ الرحمہ کا اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا رسالہ ازہار الانوار ملاحظہ فرمائیں جس میں کئی ایک سوالات کے جوابات اور عمدہ فوائد موجود ہیں۔

دوران مناظرہ ایک شخص کو وہم پڑا کہ مدعی کون تھا ہم یا وہابی؟ کیونکہ ان کے ذہن میں آیا کہ جو حکم کو ثابت کرے وہ مدعی ہے لہٰذا جس کا موقف مثبت ہو وہ مدعی ہوا۔ حالانکہ اصل عبارت یہ نہیں، مدعی حکم کو ثابت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ خواہ حکم منفی ہو یا مثبت۔ چنانچہ مناظرہ رشیدیہ میں ہے من نصب نفسہ لاثبات الحکم جو خود کو اثبات حکم کے لیے قائم کرے۔

لیکن حکم سے مراد مثبت حکم نہیں ہے جیسا کہ وہ سمجھ گئے تھے بلکہ مطلق حکم مراد ہے یعنی کسی مسئلہ میں دعویدار کو مدعی کہتے ہیں اور ایسے مسائل میں مدعی سے مراد حرمت کا دعویدار ہوتا ہے اور پھر اس پر دلیل کو بیان کرنا لازم ہوتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے البینة علی المدعی یعنی دلیل دعویدار پر لازم ہے۔

اگر یہ وضاحت نہ کی جائے تو اصل اشیاء میں اباحت والا قانون ٹوٹ جائے گا حالانکہ یہ قانون قرآن و حدیث سے ثابت اور محققین کے نزدیک مسلم ہے۔ جیسا کہ ہم نے اسے اپنی دوسری کتاب ''بدعت حقیقت کے آئینے میں'' تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔ اختصار کے پیش نظر اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ استمداد کے موضوع پر تفصیلاً دوسرے مقام پر لکھا جائے گا۔

دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سنی حضرات کو انبیاء کرام و اولیاء عظام سے اسی طرح محبت اور وارفتگی عطا فرمائے رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

فقط ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ
الباری
شعبہ دارالافتاء
دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

وسیلہ واستمداد کے بارے چند مبارک فتاویٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الاستفتاء

السوال

علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات کا پڑھنا از روئے شرع شریف کیسا ہے؟ کیا یہ کلمات شرکیہ اور جمہور اہلِ اسلام بالخصوص حنفی عقائد کے خلاف ہیں؟ بینوا وتوجروا۔

(۱) یا حضرت شاہ محی الدین مشکلکشا المدد (۲) امداد کن امداد کن، از رنج و غم آزاد کن در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر (۳) تیرا در چھوڑ کر جائیں کہاں یا غوث اعظم دستگیر (۴) کچھ ہو عطا کچھ ہو عطا یا غوث اعظم دستگیر (۵) یا شیخ سید عبدالقادر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شیئاً للہ (۶) مدد کن فی سبیل اللہ یا غوث اعظم پیرما (۷) ہے تو ہی حاجت روا، ہے تو ہی حاجت روا یا سیدا و نادِ علی وغیرہ۔

جواب

از دارالافتا جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور۔ مدیر و ناظم اعلیٰ عالم اجل فاضل بے بدل استاد العلماء حضرت مولانا مولوی ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب:

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ و صحبہ اجمعین اما

بعد نسبت واسناد کی دو قسمیں ہیں ۔حقیقی ،مجازی ،حقیقی یہ ہے کہ مسند الیہ بغیر کسی علاقہ وواسطہ کے متصف ہو ۔مجازی یہ کہ کسی علاقہ کی وجہ سے متصف کی طرف نسبت کریں ۔ پھر حقیقی کی دو قسمیں ہیں ۔ذاتی کہ بغیر کسی کی عطا کے ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے متصف کر دیا ہو ۔ یہ تمام قسم کی اسنادیں عام محاورات عقلاً اور ہر مذہب وملت بلکہ قرآن وحدیث میں شائع و ذائع ہیں ۔قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے "انه هو السميع البصير"۔ قرآن پاک میں ہے انسان سمیع و بصیر ہے ۔ "فجعلناه سميعا بصيرا" لیکن اللہ تعالیٰ بالذات سمیع و بصیر اور انسان بالعطا سمیع و بصیر ہے اور اسی تقسیم پر مسائل مختلفہ مبنی ہے ۔

مثلاً استعانت، امداد، تصرفات، ندا، سماع، فریاد وغیرہ لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام سے استعانت کرنا ،مشکل کے وقت فریاد کرنا ،ان حضرات سے کچھ مانگنا ،سوال کرنا اور ان حضرات کا مدد کرنا بالعطا ہے ۔ بالذات اور بالاستقلال نہیں ہے اور نہ ہی کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہے ۔ان امور سے مسلمانوں کو منع کرنا اور ذاتی عطائی کا فرق نہ کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام کو پریشان کرنا ہے ۔

حضرت امام سبکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شفاء السقام میں فرمایا: "ليس المراد نسبة النبي صلى الله عليه وسلم الى الخلق و الاستقلال بالافعال هذا لا يقصده مسلم فصرف الكلام اليه و منعه من باب التلبيس فى الدين و التشويش على عوام الموحدين" (الامن و العلى) یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق وفاعل مستقل ہیں یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا تو اس معنی پر کلام کو ڈھالنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا ہے ۔اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالتا ہے ۔الحاصل مقبولان الٰہی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام کو مظہر عون الٰہی جان کر ان سے مدد مانگنا ان کے دربار فریاد کرنا مشکل کے

وقت ان کی یاد کرنا شرعاً بلا شبہ جائز ہے اور حضرات صحابہ کرام سے آج تک بزرگان دین مشائخ کرام اسی طور پر استمداد واستعانت کرتے آئے ہیں ۔

انوار الانتباہ میں امام بخاری کی الادب المفرد سے منقول ہے "ان ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما خدرت رجله فقيل له اذكر احب الناس اليك فصاح يا محمداه فانتشرت" یعنی حضرت عبداللہ بن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سو گیا تو کسی نے ان سے کہا کہ آپ ان کو یاد کیجیے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بآواز بلند کہا یا محمداہ تو فوراً پاؤں کھل گیا اور حضرت شہاب الدین خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفا میں فرمایا "هذا مما تعاهده اهل المدينة" (یعنی یہ وہ عمل ہے جو مدینہ شریف والوں میں مشہور ہے)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر عزیزی مجتبائی سورۃ انشقت میں فرمایا: "وبعضی از خواص اولیاء الله را که آلهٔ جارحه تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیده اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا داده و استغراق آنها به جهت کمال وسعت مدارک آنها مانع توجه بایں سمت نمی گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنها مینمایند و ارباب حاجات و مطالب مشکلات خود از آنها می طلبند دمی یابند"۔ یعنی بعض خواص اولیاء کرام جو کہ بنی نوع انسان کی تکمیل وارشاد کے لیے آلہ ہیں ،وہ بعد وصال بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں اور اویسی حضرات ان اولیاء عظام سے کمالات باطنی حاصل کرتے ہیں اور حاجتمند لوگ ان اولیاء سے اپنی مشکلات کا حل طلب کرتے ہیں اور پا لیتے ہیں ۔ اور امام غزالی اقدس سرہ نے فرمایا: "من يستمد فى حياته يستمد بعد مماته" (لمعات علی هامش المشکوٰة) اور فتاویٰ خیریہ جلد ثانی ص ۱۸۲ میں ہے "واما قولهم ياشيخ عبدالقادر فهو نداء واذا اضيف

الیه شیئی لله فهو طلب شیئی اکراما لله فما موجب الحرمة؟" یعنی یہ کہنا یاشیخ عبدالقادر یہ ایک قسم کی ندا ہے اور جب ان کی طرف کسی چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو یہ ان سے کسی چیز کا اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنا ہے تو اس کے حرام ہونے کی وجہ کیا ہے (کوئی وجہ نہیں)۔

اور فتاویٰ "جوازِ یاشیخ" میں مکتوبات شریف سے منقول ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا "ارباب حاجات از اعزہ احیا و اموات دراں مخاوف و مہالک مددہا طلب مے نمائند و می بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ دفع بلیہ از آنہا نمودہ است" یعنی حاجتمند لوگ زندہ اور فوت شدہ بزرگوں سے خوف و ہلاکت کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورت نے حاضر ہو کر مصیبت دور کر دی ہے۔ اور الامن و العلی میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تذکرہ الموتی سے منقول ہے۔ "ارواح ایشاں از زمین و آسماں و بہشت ہر جا کہ خواہند مے روند، دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددکاری مے فرمانید و دشمناں را ہلاک مے سازند"۔ یعنی اولیاء کرام کی روحیں زمین و آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اور دوستوں اور مریدوں کو دونوں جہاں دنیا و آخرت میں مدد دیتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار شریف میں فرمایا "فرمودند ہر کہ استعانت کند بمن در کربتے کشف کردہ شود آں کربت از دو ہر کہ منادی کند بنام من در شدتے کشادہ شود آں شدت از دو ہر کہ توسل کند من سوئے خدا در حاجتے قضا کردہ شود آں حاجت" یعنی سیدنا حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی قدس سرہ نے فرمایا کہ جو کوئی مجھ سے کسی مصیبت میں مدد طلب کرے اس کی وہ مشکل حل ہو جائے گی اور جو کوئی مشکل میں میرے نام سے ندا کرے اس کی وہ مشکل دور ہو جائے۔ اور جو کوئی کسی حاجت میں میرا وسیلہ

دربار الٰہی میں پیش کرے اس کی وہ حاجت پوری ہو جائے۔ اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جس کو حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے فرمایا۔ فرمایا کہ "ایک دن حضرت غوث اعظم سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے تھے ناگاہ نظر بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے۔ آپ نے ہمت و توجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچا لیا۔" (شمائم امدادیہ)

اور مولوی اشرف علی تھانوی، دیوبندی نے جمال الاولیاء میں محمد بن عبداللہ کا واقعہ لکھا ہے کہ "آپ متوسلین میں سے کسی کے پاس بیٹھے تھے کہ جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے پھر لوٹے تو آپ کے کپڑوں میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ ان صاحب نے اٹھنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔ میرے متوسلین میں سے بعض کا جہاز پھٹ گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے مدد مانگی تو میں نے اس میں اپنا کپڑا لگا دیا۔ حتی کہ ان لوگوں نے اس پھٹن کو درست کر لیا اور جہاز جیسا تھا ویسا ہو گیا۔" اس عبارت میں ڈبل خط کشیدہ الفاظ قابل غور ہیں اور مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد مانگی۔ چنانچہ قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں۔

"مدد کر اے کرم احمدی تیرے سوا۔ نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار۔"

نیز حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے جو کہ مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، مولوی قاسم نانوتوی و دیگر اکابر دیوبند کے شیخ پیر و مرشد ہیں۔ ان سے ان کے متوسلین نے غائبانہ امداد طلب کی چنانچہ حاجی امداد اللہ صاحب خود بیان کرتے ہیں کہ محبوب علی نقاش نے آکر بیان کیا کہ ہمارا آگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے ملتجی ہوا۔ آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا۔ (شمائم امدادیہ)

نیز حاجی امداد اللہ صاحب نے خود بھی اولیاء کرام سے مدد مانگی بیان کرتے ہیں۔

"ایک بار مجھے ایک مشکل درپیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہو کر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم وبیش اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی۔ تو پھر تم کس مرض کی دعا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کر دی۔ میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہو گیا۔ اس کے آنے سے میری مشکل حل ہو گئی۔ دوسرے مقام پر اسی کتاب میں ہے حاجی صاحب امداد اللہ اپنے پیر ومرشد کی خدمت میں غائبانہ یوں عرض کرتے ہیں۔

ع اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا

(شمائم امدادیہ)

اور یہ کتاب "شمائم امدادیہ" وہ کتاب ہے کہ جس پر مولوی اشرف علی صاحب تھانوی دیوبندی کی تقریظ ہے کہ میں نے یہ کتاب اول سے آخر تک حرفاً حرفاً دیکھی ہے اور مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے اپنے قصیدہ میں لکھا ہے:

یامرشدی یاموئلی یا مفزعی
یا ملجائی فی مبدئی و معادی
ارحم علیّ ایا غیاث فلیس لی
کھفی سوای حبیکم من زاد
فاز الانام بکم و انی ھائم
فانظر الی برحمۃ یاھاد
یاسیدی للہ شیا انہ
انتم لی المجدی و انی جادی

(ترجمہ) میرے مرشد، میرے مولیٰ، میری وحشت کے انیس، میری دنیا کے میرے دین کے جائے پناہ، میرے فریاد رسا مجھ پہ ترس کھاؤ۔ میں آپ کی حب کے سوا رکھتا نہیں توشہ راہ۔ خلق فائز ہوشہا آپ سے اور میں حیران۔ رحم کی ہادی سن۔ اب تو ادھر کو بھی نگاہ میرے سردار خدا واسطے کچھ تو دیدے۔ آپ معطی ہیں میرے میں سوالی للہ۔ (شمائم امدادیہ)

اس عبارت میں آخری شعر "یاسیدی للہ شیئا" کا مضمون بعینہ وہی ہوگا جو کہ صورت سوال کے جملہ "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا اللہ" کا ہے۔ مندرجہ بالا عبارتیں کسی تبصرہ کی محتاج نہیں ہیں بلکہ روز روشن کی طرح واضح کرتی ہیں کہ مقبولان الٰہی سے استمداد حاجت طلب کرنا شرعاً جائز ہے اور ہر مسلک کے اساطین ہر زمانہ میں اولیاء کرام سے مدد مانگتے رہے ہیں۔ لہٰذا جو اس سے انکار کرے وہ ضدی ہے۔ اولیاء کرام کے فیوض و برکات سے محروم ہے۔

انوار الانتباہ میں حضرت جمال بن عبد اللہ کا فتویٰ منقول ہے "سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبد القادر مثلاً ھل ھو جائز شرعا أم لا؟ اجبت نعم الا ستغاثۃ بالاولیاء و نداء ھم و التوسل بھم امر مشروع و شیئی مرغوب لاینکرہ الا مکابر و معاند وقد حرم برکۃ الاولیاء الکرام"۔ یعنی حضرت صاحب فتویٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ جو شخص مصیبتوں میں یارسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبد القادر کہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ تو میں نے جواب دیا ہاں اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا شریعت میں جائز ہے پسندیدہ ہے۔ اس کا انکار کرنے والا ہٹ دھرم صاحب عناد ہے۔ بیشک ایسا شخص اولیاء اللہ کی برکت سے محروم ہے، صورت سوال میں مذکورہ کلمات کا پڑھنا محبوبان خدا کو مظہر عون الٰہی سمجھتے ہوئے ان کو ندا کرنا

ان سے مدد مانگنا ہرگز شرک نہیں بلکہ باعث خیر و برکت ہے اور اولیاء فخام کا معمول ہے۔

چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب بجنوری نے مولوی رشید احمد گنگوہی دیوبندی کا فتوے نقل کیا ہے۔ اس (یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ) کا پڑھنا شرک اس وقت ہے کہ شیخ کو عالم غیب ومتصرف مستقل جانے اور جو اس لفظ میں برکت و اثر جان کر پڑھے تو بعض مشائخ قادریہ کا معمول ہے۔ ایسے پڑھنے پر نہ تکفیر ہو سکے اور نہ تفسیق۔" الخ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

(دستخط) الفقیر ابوسعید محمد امین غفرلہ، خادم دارالافتاء جامعہ رضویہ مظہر اسلام

لائل پور ۲۴ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ بروز چہارشنبہ

☆ الجواب صحیح والمجیب نجیح

فقیر ابوالشاہ محمد عبدالقادر غفرلہ

خادم دارالعلوم جامعہ رضویہ لائلپور

☆ الجواب صحیح والمجیب مثاب

فقیر ابوالکامل محمد نواب الدین غفرلہ

خادم شعبہ تعلیمات دارالعلوم جامعہ رضویہ لائلپور

☆ الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب

ابوالانوار محمد مختار احمد غفرلہ

سوال میں ذکر کئے ہوئے کلمات کا پڑھنا بلاشک وشبہ جائز ہے۔ قرآن مجید وحدیث شریف و بزرگان دین اولیاء کاملین کی نصوص کثیرہ و ارشادات وافرہ سے اس کا جواز روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔ ان کلمات کو شرکیہ قرار دینا پرلے درجے کی جہالت ہے۔ فتوح الشام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خود صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین جنگ کے

موقع پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے، خطاب کرتے، مدد مانگتے۔ اگر غیر اللہ کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر پکارنا، مدد مانگنا شرک سمجھا جائے تو یہ فتویٰ شرک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کے ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، اربوں مسلمانوں پر وارد ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ صحابہ کرام و دیگر بزرگان دین، اولیاء کاملین کا احترام کرنے کی توفیق بخشے اور ان کی شان رفیع میں گستاخی کرنے سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فتوح الشام میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت بنوائی۔ حضرت خالد بن ولید نے آپ کے نورانی بالوں کو اپنے دامن میں محفوظ کیا۔ اس پر سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ماذا تصنع بھا یا خالد۔ اے خالد ان بالوں کو کیا کرے گا۔ انہوں نے عرض کی استعین بھا علی القتال یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنگ کے موقعہ پر ان سے مدد مانگا کروں گا۔ اس عقیدہ کو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر و شرک ہرگز نہیں کہا بلکہ بایں الفاظ تصدیق فرمائی اذا لا تزال منصورا پھر تو تم ہمیشہ کامیاب رہو گے۔ دیکھئے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بالوں سے مدد مانگنے کے عقیدہ کو سراہا اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو ہمیشہ کامیاب رہنے کی خوشخبری مرحمت فرمائی۔

(دستخط) فقیر حافظ محمد احسان الحق قادری رضوی خادم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور

مولانا مولوی جناب سید احمد صاحب، ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور، پاکستان

۷۸۶/۹۲ الجواب وھو الموفق للصواب۔ صورت مسئولہ میں مذکورہ بالا اشعار وکلمات کا پڑھنا معمولات مشائخ کرام وصوفیائے عظام سے ہے۔ ان اشعار وکلمات میں کوئی کلمہ ناجائز وشرک وکفر و بدعت نہیں۔ اولیائے کرام و بزرگان ذوی الاحتشام مظہر عون الٰہی ہیں۔ ان کو اللہ کا مقبول بندہ اور مظہر عون الٰہی سمجھ کر استمداد واستعانت جائز ہے۔ اس کے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔ اگر تصریحات علمائے کرام جمع کی جائیں ایک ضخیم کتاب تیار

ہو جائے۔قرآن و حدیث اور اقوال فقہا و مشائخ و علمائے اہلسنت سے استعانت و استمداد از اولیائے کرام ثابت ہے لہٰذا مندرجہ بالا کلمات کا پڑھنا ختم غوثیہ قادریہ چشتیہ وغیرہم کا جزو ہے۔ جہاں کلمہ کا ذکر ہوتا ہے اور قرآن کریم پڑھا جاتا ہے وہاں محبوبان خدا اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت بھی کی جاتی ہے۔مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقرب و مقبول اور برگزیدہ بندے ہیں۔ہماری مشکلات میں ہماری مدد فرمائیے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت و طاقت سے ہمارا کام کر دیجیے۔متصرف و مستعان حقیقی اللہ تعالیٰ کو سمجھا جاتا ہے اور مظہر عون الٰہی اولیاء کرام کو اس میں کوئی گناہ نہیں بلاشبہ یہ معمولات جائز ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆ (دستخط) فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور (پاکستان)

☆ الجواب صحیح (دستخط) سید خلیل قادری (ابن جناب مولانا مولوی ابو الحسنات سید محمد صاحب) خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

عالم اجل افاضت مآب جناب مولانا مولوی مفتی احمد یار خان صاحب، خطیب جامع مسجد غوثیہ گجرات

بعون العلام الوھاب یہ کلمات بہت اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ بالکل جائز ہیں۔ بہت بابرکت ہیں۔ختم غوثیہ شریف جملہ عام مسلمان، اولیاء صالحین پڑھتے چلے آئے ہیں۔ جملہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا قرآن شریف، حدیث پاک اور خود علماء دیوبند کی کتابوں اور عمل امت سے ثابت ہے۔رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ من انصاری الی اللہ اللہ کے لیے میرا مددگار کون ہے؟ تو عیسائیوں نے جواب دیا تھا نحن انصار اللہ (ہم اللہ کے مددگار ہیں)۔حضرت ذوالقرنین نے فرمایا تھا اعینونی بقوۃ (تم

میری مدد کرو اپنی طاقت سے) حدیث پاک میں ہے کہ جب کوئی شخص جنگل میں راستہ بھول جائے تو کہے یا عباد اللہ اعینونی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو (حصن حصین۔ مرقات شرح مشکوٰۃ) علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں:

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یارسول اللہ ﷺ

بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں:

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

عام مسلمان، علماء و صلحاء مولانا جامی، مولانا روم جیسے بزرگ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد ہی مانگتے رہے ہیں۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمادیں۔ان کلمات کو شرک کہنا گمراہی ہے۔احوج الناس الی حسب الرحمان۔

عبدہ: (دستخط) احمد یار خاں خطیب جامع مسجد غوثیہ گجرات۔

۸ر جمادی آخر ۱۳۸۰ھ یوم دوشنبہ

✿✿✿✿✿✿✿

مسئلہ نمبر ۸

(۱) یاعلی مدد اور یاغوث الاعظم مدد کہنے کا شرعی حکم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

بخدمت اقدس حضرت شیخ الحدیث قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از یں واضح ہو کہ ہمارے علاقہ میں بدمذہب وہابیوں کا زور ہے۔ اچھے خاصے پختہ ذہن کے سنی بھی اپنے عقائد کے متعلق مختلف شبہات کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک نے استفسار کیا ہے کہ کیا یاعلی مدد یا یاغوث الاعظم مدد کہنے سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ندا کو فوراً سن کر مدد کو پہنچتے ہیں؟

خیال رہے کہ مذکورہ شخص وسیلہ کا تو قائل ہے لیکن بعد از وصال ندا کا منکر ہے۔ مہربانی فرما کر معتبر حوالہ جات سے مختصر اور جامع جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

والسلام

محمد اطہر اشرف اعوان

دیپالپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

ھو الموفق للصواب: صورت مسؤلہ میں اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے کہ بندے کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر اس سے استغاثہ خواہ اس کی حیات ظاہری میں ہو یا حیات برزخی میں ہر طرح جائز ہے۔ اولاً یہ پیش نظر رہے کہ استغاثہ، ندائے غائب اور توسل تینوں امور ایک ہی شئی ہیں۔ تفسیر عزیزی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی زیر آیۃ ایاک نستعین تحریر فرماتے ہیں

ترجمہ مظہر عون الٰہی سمجھ کر کسی سے مدد طلب کرنا یہ تحت الاسباب یا فوق الاسباب، عادی یا غیر عادی جائز ہے۔ مستقل بالذات سمجھ کر مدد طلب کرنا شرک ہے۔

ثانیاً:

جب سائل قائل ہے کہ انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اور اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم کی حیات میں ان سے مدد طلب کرنے کا استغاثہ کرنے میں جرم نہیں جائز ہے تو انبیاء کرام تو بعد از وصال بھی زندہ ہیں۔ حوالہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مجتبائی، دہلی ص 121 باب الجمعہ میں ہے:

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثرو الصلوٰۃ علی یوم الجمعۃ قال قلت و بعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق رواہ ابن ماجہ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ وہ انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے اجساد طیبہ کو گریز پہنچائے اللہ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ رائت موسی یصلی فی قبرہ کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے (بخاری و مسلم) اولیاء کرام قاضی ثناء اللہ پانی علیہ الرحمہ تفسیر مظہری جلد اول ص 152 زیر آیۃ ولا تقولو المن

يقتل في سبيل الله اموات تحریر فرماتے ہیں مذھب جماعة من العلماء الى ان هذا الصلوة مختص بالشهداء و الحق عندى عدم اختصاصها بهم بل حيواة الانبياء اقوى منهم و اشد ظهوراً اثارها في الخارج حتى لايجوز النكاح بازواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد و الصديقون ايضاً اعلى درجة من الشهداء و الصالحون يعنى الاولياء ملحقون بهم كمايدل عليه الترتيب في قوله تعالىٰ من النبين و الصديقين و الشهداء و الصالحين ولذالك قالت الصوفية العليه ارواحنا اجسادنا وارواحنا اجسادنا. خلاصہ یہ کہ نہ صرف شہداء زندہ ہیں بلکہ انبیاء کرام کی زندگی تو ایسی ہے کہ ان کی موت کے بعد بھی ان کی ازواج سے کسی کے لیے نکاح جائز نہیں۔ صدیق درجہ میں شہداء سے زیادہ اور اولیاء کرام بھی اسی طرح زندہ کیونکہ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے جسم ہماری روح ہیں اور ہماری روح ہمارا جسم۔ ان ادلہ کی روشنی میں ان کی برزخی زندگی دنیوی زندگی کی مثل بلکہ اعلیٰ ٹھہری دنیاء میں جسمانی قید میں ہوتے ہیں اور برزخی زندگی میں اس قید سے آزاد ہونے کی وجہ سے تصرفات اور بڑھاتے ہیں۔

حاشا:

جو شخص ان اولیاء کرام سے ان کی ظاہر حیات میں ان سے معاونت حاصل کرتا رہا ہو بعد از وصال بھی جائز ہے کہ اس طرح سے ان سے مدد حاصل کرے عین العلم شرح زین الحلم محمد بن عثمان بلخی لکھتے ہیں: اذا تحيو كم في الامور فاستعينوا باهل القبور۔ معاملات میں مشکل آئے تو اہل قبور سے مدد طلب کرو۔ (ص ۵۳ شرح لعلی قاری مطبوع محمدی لاہور) نیز شرح مسند امام اعظم ابوحنیفہ مطبع مجتبائی ص ۱۱۴)

محمد بن محمد جزری الحصن الحصین ص ۲۲ مطبوعہ مصر لکھتے ہیں: اذا انفلت الدابة فليناد اعينوني ياعباد الله رحكم الله و ان ارادعونا فليقل ياعباد الله اعينوني ياعباد الله اعينوني ياعباد الله اعينوني قد جرب ذالك اية ذيل کی کتب نے بھی نقل کیا مسند ابی عوانہ، مصنف ابن ابی شیبہ معجم کبیر امام طبرانی (صحیح دعاؤں کا مجموعہ) علامہ جزری۔

امام نووی شارح مسلم نے کتاب لکھی کتاب الاذکار عنوان قائم کیا اذا انفلت الدابة فما يقول لکھا ہے یا بلند جگہ پر چڑھ کر پکارے احبسوه ياعباد الله اے اللہ کے بندوں میری سواری کو روک دو۔

رد المحتار حاشیہ در مختار جلد اول ص ۵۴ پر لکھا حضرت معرف کرخی کی قبر سے لوگ بارش طلب کرتے تھے ذیل میں کچھ ندا اور استغاثوں کا تذکرہ کرتا ہوں۔

قاضی عیاض علیہ الرحمہ شفاء شریف ج ۲ ص ۱۱۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سو گیا تو آپ سے کہا گیا اذکر احب الناس عنك يزل عنك فصاح يامحمداه۔

ا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی جان فرماتی ہیں الا يا رسول الله كنت رجأنا۔ (کلام الملوک ص ۱۰-۱۱)

ب۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ بہر صورت کہ باشد یارسول اللہ کرم فرما بلطاف خود سر و سامان جمع بے سر و پاکس۔ (اخبار الاخیار)

ج۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ چہ وصف کند سعدی ناتمام علیک الصلوٰۃ ای نبی والسلام (بوستان ص ۸ حوالہ)

د۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ وصلے اللہ علیک یا خیر خلقہ یا خیر ماحول و یا خیر واحب۔ (اطیب النعم فی مدح العرب)

ر۔ خواجہ شمس تبریزی فرماتے ہیں۔ یارسول اللہ حبیب خالق یکتاتوئی۔

خادم العلم والعلماء

محمد عبد العلیم سیالوی

شعبہ دار الافتاء

جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

مسئلہ نمبر ٩

(ا) مختلف اوراد کا شرعی حکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کیا یہ عبارات کفر کے زمرے میں آتی ہیں۔

(ا) وهو العلی العظیم	غوث پاک
(۲) عبد القادر جیلانی	غفور الرحیم
(۳) حی القیوم اللہ الصمد	غوث پاک
(۴) عبد القادر جیلانی غنی، سخی	اللہ
(۵) لا الہ الا اللہ عبد القادر	شیئا للہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اللهم ارنا حقا و الباطل باطلاً واهدنا لسبیلك المستقیم۔

الجواب ھو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں کہ پیر ظہور احمد نے مختلف وظائف میں مذکورہ عبارات لکھیں جنہیں بطور وظیفہ پڑھنے کا کہا۔ عبارات کفریہ ہیں یا ان کی کوئی تاویل ہوسکتی ہے؟

جواب کے حتمی حکم سے پہلے چند امور کا ملحوظ رکھنا بے حد ضروری ہے۔

(ا) جب بھی کسی کلمہ گو اہل اسلام سے کوئی بات یا کوئی تحریر سامنے آئے تو اسے کافر قرار

دیئے جانے سے پہلے ضروری ہے کہ شخص مذکورہ کو اس کی قولی یا تحریری عبارت کی تاویل سے حتی الامکان اسے کفر سے بچایا جائے۔ کافر کو مسلمان بنانا کہیں بہتر ہے کہ ہم مسلمانوں کو کافر قرار دیں۔ شرح عقائد نسفی میں ہے: "من قواعد اهل السنة و الجماعة ان لا يكفر احد من اهل القبلة" اہل سنت و جماعت کے ہاں اصول یہ ہے کہ (حتی الامکان) اہل قبلہ کو کافر قرار نہ دیا جائے۔ [1]

درمختار میں ہے: واعلم انه لا يفتى بتكفير مسلم امكن حمل كلامه على محل حسن ان كان في كفره خلاف ولو كان ذالك رواية ضعيفة كما حره في البحر و عزاه في الاشباه الى الصغرى وفي الدرر وغيرها اذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر و واحد يمنعه فعلى المفتي الميل لما يمنعه۔ [2]

یہ امر پیش نظر رکھیں کہ کسی مسلمان کے کلام کو محل حسن پر محمول کرنا چاہیے اگر ممکن ہو تو اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا یا پھر اگر اس کے کلام کے کفریہ ہونے میں اختلاف ہے۔ اگرچہ یہ اختلاف روایت ضعیفہ سے ثابت ہو تو بھی کفر کے فتویٰ سے احتراز کیا جائے گا۔ درر کے حوالہ سے لکھا کہ اگر کسی مسئلہ میں کفر کی تو متعدد وجوہات ہیں اور ایک وجہ کفر سے بچا رہی ہو تو مفتی کے لیے لازم ہے کہ اسی ایک کو اپنائے۔

(۲) کتاب وسنت، اقوال فقہاء اور عام بزرگوں کے اقوال بعض وقت مختصر از کر ہوتے ہیں جو کہ بظاہر خلاف شرع و عمل معلوم ہوتے ہیں۔ مگر سیاق وسباق، حذف، مجازات اور اقتضاء کے نکالنے پہ ان کا مفہوم درست قرار پاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

---

[1] علامہ تفتازانی، شرح عقائد نفسی، ص: ۱۲۱

[2] علاؤ الدین الحصکفی، درمختار، مطبوعہ مجتبائی دہلی، جلد: ۱، ص: ۳۵۶

لا تقولوا ثلثة انتهوا خيرا لكم [1]

بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ نصاریٰ کو تثلیث یعنی تین معبودوں کے قول سے روکا جا رہا ہے اور بھلائی سے بھی روکا جا رہا ہے (انتهوا خيراً) مگر سیاق وسباق کی وجہ سے جب آپ محذوف عبارات کو لائیں گے تو مفہوم درست سمجھ میں آجائے گا۔ چنانچہ صاحب تفسیر جلالین نے اس کی توضیح میں لکھا:

لا تقولوا الالهة ثلثة الله و عيسى و امه انتهوا عن ذالك و اتوا خيرا لكم [2]

تین الٰہ کا قول نہ کرو یعنی اللہ تعالیٰ، عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ (مریم علیہا السلام) اس قول سے باز رہو اور اپنے لئے بھلائی اختیار کرو۔ ایسی اور بھی بہت سی آیات طیبات ہیں بطور نمونہ ایک پیش کی گئی۔ اصول فقہ کی مشہور کتاب نور الانوار کی بحث اقتضاء النص میں ہے۔

اما المقتضى فما لم يعمل النص الا بشرط تقدمه على النص۔ [3]

مقتضی وہ ہے کہ جب تک اسے نص سے پہلے آپ ذکر نہ کریں۔ نص کے معنی درست ہو ہی نہیں سکتے۔ مجاز ارت کا تذکرہ کرتے ہوئے مختصر المعانی جو کہ علم المعانی کی کتاب ہے۔ میں لکھا کہ نسبت فاعل اور مفعول کی طرف کرنے کی بجائے سبب کی طرف کر دی جائے تو اسناد مجازی یا عقلی ہوگی۔

---

[1] القران، سورۃ النساء، الایۃ: ۱۷۱

[2] علامہ سیوطی، تفسیر جلالین، ص: ۹۳

[3] ملاجیون، نور الانوار، مطبوعہ پشاور، ص: ۱۵۰

بنی الامیر المدینة [1]

امیر نے شہر بنایا جبکہ بنانے والے راج و مزدور تھے۔ امیر سبب بنا۔ انبت الربیع البقل۔ بہار نے سبزہ اُگایا، اُگانے والی ذات، ذات باری تعالیٰ ہے مگر نسبت بہار کی طرف کر دی کیونکہ بہار سبب بنی علامہ تفتازانی احوال اسناد خبری میں بتاتے ہیں۔

انبت الربیع البقل فمثل هذا الكلام اذا صدر من الموحد يحكم بان اسناده مجاز لان الموحد ليعتقدانه الى ما هوله [2] اور جب موحد سے انبت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزہ اُگایا) ایسا کلام صادر ہو تو حکم کیا جائے گا کہ یہ اسناد مجازی ہے۔ کیونکہ موحد کا عقیدہ نہیں ہے۔ توریہ بھی اسی صنف سے ہے۔

علامہ اقبال کا ایک شعر ہے:

مقامش عبدہ آمدہ ولکن

جہان شوق را پروردگار ست

رسول ﷺ کو جہان شوق کا پروردگار قرار دینا۔ پرورش کرنے والا نہ کہ رب حقیقی وہ تو اللہ تعالیٰ ہے۔

بندے کو مظہر صفات باری تعالیٰ قرار دے کر اس سے بعض امور میں استعانت و مدد یہ ذات وصفات باری کی مدد کا غیر نہیں۔ ذات باری کی صفات ذاتی اور بندے کی عطائی۔ بندے سے استعانت دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ "اعینونی بقوة [3] افرادی قوت سے میری مدد کرو۔

[1] علامہ تفتازانی مختصر المعانی ص: ۵۴، ۵۵

[2] علامہ تفتازانی، المطول، مکتب خانہ رشیدیہ دہلی ص: ۱۰۶

[3] القرآن، سورۃ الکہف، الایۃ ۹۵

ارشاد باری ہے:

"من انصاری الی اللہ" [1]

اللہ تعالیٰ کے دین پر میرا کون مددگار ہوگا؟

اعنی علی ذالك بكثرة السجود

ربیعہ اسلمی کو خطاب ہوا کثرت نوافل سے ہماری مدد فرما۔ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی "ایاك نستعين" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد برآں غیر باشد و او را مظہر عون الہی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق است و او را یکے از مظہر عون الہی دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت ظاہر نماید دور از عرفان نہ خواہد بود در شرع نیز جائز است و انبیاء و اولیاء ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند۔ درحقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرحق است۔ [2]

اس جگہ پر سمجھنا چاہیے کہ غیر سے اس طرح استعانت کہ اعتماد اس غیر پر ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے تو حرام ہے اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف اور اسے اللہ کی امداد کا مظہر جانے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب پر نظر کرتے ہوئے اس غیر سے ظاہری استعانت کرے تو یہ راہ معرفت سے دور نہ ہوگا اور شریعت میں جائز ہے اور روا ہے۔ اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء نے غیر سے کی ہے۔ درحقیقت استعانت کی یہ قسم غیر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہے۔ یہی بات اہل حدیث کے عالم نواب وحید الزمان نے اپنی

[1] القرآن، سورۃ ال عمران، الایۃ: ۵۲

[2] شاہ عبدالعزیز، تفسیر عزیزی، مطبوعہ افغانی دارالکتب دہلی، جلد: ۱، ص: ۸

کتاب ہدیۃ المہدی میں لکھی۔ وحید الزمان صاحب کی تحریر کا ترجمہ زیب نظر ہے "اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وانی اخلق من الطین میں پیدا کرنے اور شفا دینے کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف مجازا کی گئی ہے۔ پس اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام سے درخواست کرے کہ وہ اللہ کے اذن سے مردے کو زندہ کریں تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص زندہ ولی سے یا نبی یا ولی کی روح سے یہ درخواست کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسے اولاد دیں یا اس کی بیماری دور کریں تو یہ شرک اکبر نہ ہوگا۔" [1]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیاد ہرچہ خواہی تمنا کن [2]

اگر تو دنیا و آخرت کی خیریت چاہتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں آ اور جو چاہے مانگ۔

یہ امر بھی عرض کرتا جاؤں کہ استعانت اور توسل دونوں ایک شئے ہیں۔

علامہ تقی الدین سبکی اپنی کتاب شفاء السقام میں فرماتے ہیں۔ واذقد تحررت هذه الانواع والاحوال فی الطلب من النبی ﷺ ظهر المعنی فلا علیك فی تسمیته توسلا اوتشفعا او استغاثة اوتجوها اوتوجها لان معنی فی جمیع ذالك سواء۔ [3]

---

[1] نواب وحید الزمان، ہدیۃ المہدی، ص: ۱۸، ۱۹

[2] شیخ عبدالحق، اشعۃ اللمعات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، جلد: ۱ ص ۳۹۶

[3] تقی الدین سبکی، کتاب الشفاء السقام، مطبع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ص: ۱۷۵

جب نبی کریم ﷺ سے کسی شئی کے طلب کرنے کے احوال اور اقسام کا بیان ہوگیا اور مطلب ظاہر ہوگیا تو اب اس مطلب کو توسل کہو یا تشفع، استغاثہ کہو یا تجوہ کوئی حرج نہیں کیونکہ ان سب کا مطلب ایک ہے۔

(۴) وہ صفات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اور اپنے بندوں کے لیے استعمال فرمائے وہ اشتراک لفظی ہے۔ وہ حقیقت میں ایک جیسی صفات ہرگز نہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں فرمایا:

"ان اللہ رؤف الرحیم" [1]

یعنی اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے۔

اپنی اس صفت کا ثبوت اپنے نبی کریم ﷺ کے لیے کیا۔

"وبالمؤمنین رؤف الرحیم" [2]

نبی کریم مومنوں کے لیے رؤف و رحیم ہیں۔

انہ هو السمیع البصیر [3]

بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا، مشاہدہ فرمانے والا ہے۔

انسان کے لیے فرمایا:

فجعلنہ سمیعا بصیرا [4]

---

[1] القرآن، سورۃ نور، الایۃ: ۲۰

[2] القرآن، سورۃ توبہ، الایۃ: ۱۲۸

[3] القرآن، سورۃ بنی اسرائیل، الایۃ: ۱

[4] القرآن، سورۃ الدھر، الایۃ: ۲

ہم نے انسان کو سمیع وبصیر بنایا۔

اسی طرح کی اور آیات طیبات جن میں صفات باری تعالیٰ کو بندوں کی بھی صفت بتایا گیا ہے، محض اشتراک لفظی ہے۔ صفات باری تعالیٰ ذاتی، باقی غیر متناہی اور بندے کی صفات عطائی، فانی ومتناہی ہیں۔

مذکورہ بالا تمہیدی کلمات کے بعد مطلوبہ عبارات پر غور کرنے سے یہ امر واضح ہوگا کہ ان عبارات کا وظیفہ بتانے والا جب اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریك جانتا اور محمد رسول اللہ ﷺ پر نبی ورسول ہونے پر ایمان رکھتا ہے تو ایسا شخص بندے کو الٰہ نہیں کہہ سکتا، یقیناً بندے کو اس کی صفات کا مظہر جانے گا، تو صفات باری تعالیٰ کی برکات سے اخذ فیض کرنے میں بندے سے توسل واستعانت کرے گا۔ اس مفہوم کو پیش نظر رکھ کر ذیل کی عبارات کا مفہوم اس طرح بن سکے گا۔

(۱) وهو العلى العظيم — غوث پاک

مفہوم مؤول: ببركة هو العلى العظيم — غوث پاک المدد

(۲) عبدالقادر جیلانی — غفور الرحيم

مؤول: عبد القادر جيلانى شيئا لله بحرمة غفور الرحيم

(۳) حى القيوم الله الصمد — غوث پاک

مفہوم مؤول: عليك ببركة حى القيوم الله الصمد ان يعيننى يا غوث پاك

(۴) عبدالقادر جیلانی غنی سخی — اللہ

مؤول: عبدالقادر جیلانی آپ غنی وسخی ہیں — اللہ کیلئے میری مدد فرماؤ!

(۵) لا اله الا الله عبد القادر شيئا لله

مؤول: اللہ تعالیٰ (جو معبود حقیقی ہے) کے لیے اے عبدالقادر! مجھے کچھ عطا کیجیے۔

شيئا لله۔ دراصل استغاثہ وتوسل ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا کی تاویلات محتملہ ہونے کی وجہ سے اس میں میرا عندیہ ہے کہ مذکورہ الفاظ عوام الناس کو بطور وظیفہ و تعلیم نہیں بتانا چاہیے۔ عظیم گمراہی کا سبب ہوسکتا ہے تاہم مؤول ہونے کی وجہ سے کفر قرار نہیں دیا جائے گا۔ ہاں قائل کی مناسب سرزنش ضروری ہے تاکہ آئندہ وہ ایسی باتیں نہ کہے نہ لکھے۔

خادم العلم والعلماء
محمد عبدالعلیم سیالوی
شعبہ دارالافتاء
جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

کلمات تشکر

آخر میں ہم مناظرہ میں شریک احباب اور دار العلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور کے تمام اساتذہ اور مخلصین کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ''فتح مناظرہ'' پر بندہ کو مبارکباد پیش کی اور ''جشنِ فتح مبین'' کے عنوان سے تقریب سعید کے انعقاد پر شرکت فرما کر بندہ کی حوصلہ افزائی فرمائی، خصوصاً جگر گوشۂ شہید ملت حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ **ڈاکٹر راغب حسین نعیمی** صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کے نہایت شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمیں اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات مرحمت فرمائے اور ہمارے لیے ایسے مواقع فراہم کیے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب قدیر دار العلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کو مزید ترقیاں عطا فرمائے اور ادارے کے ساتھ محبت رکھنے والے احباب کو کامیاب فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

فقط

نصیر احمد مرتضائی غفرلہ الباری

شعبہ دار الافتاء

جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

قابلِ مطالعہ
کتابیں

مزارات پر گنبد

اسلامی تعلیم

رحمتِ عالم

زیارتِ قبور

مسلم کتابوی
داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور
042-37225605